ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

۷ نومبر ۱۹۹۵ء

مینارِ پاکستان کے سبزہ زار میں منعقد ہونے والے

تنظیم اسلامی کے بیسویں سالانہ اجتماع

اور پہلی عالمی احیاءِ خلافت کانفرنس کی مفصل رپورٹ

قیمت = ۸ روپے

الہدیٰ

ترجمانی : حافظ عاکف سعید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

(معرفت رب ہی سے اس کائنات کے ازلی حقائق روشن ہوتے ہیں کہ جیسے خارج میں اگر روشنی نہ ہو تو آنکھ بصارت رکھنے کے باوجود کچھ دیکھ نہیں پاتی اسی طرح ایمان باللہ کے بغیر کائنات کے مابعد الطبیعاتی حقائق سے انسان محجوب رہتا ہے۔ لیکن جوں ہی اسے معرفت رب حاصل ہوتی ہے حقائق کائنات اس پر روشن ہو جاتے ہیں۔ اسے ان تمام بنیادی سوالات کا جواب مل جاتا ہے کہ جنہیں حل کئے بغیر وہ شدید ذہنی الجھن کا شکار رہتا ہے۔ اسے اپنے خالق و مالک کا سراغ مل جاتا ہے اور اس کا مقصد تخلیق بھی اس پر واضح ہو جاتا ہے' اپنے آغاز و انجام سے بھی اسے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور کائنات کی اصل حقیقت اور اس کے غرض تخلیق بھی پورے طور پر اس پر منکشف ہو جاتی ہے۔ گویا وہ تاریکی سے نکل کر روشنی میں آ جاتا ہے)

اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں ایک چراغ ہو' وہ چراغ ایک فانوس میں ہو' فانوس ایسے ہو گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا' اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی' جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو خواہ آگ اس کو نہ لگے۔

(بندۂ مومن کے دل میں نور ایمان کی یہ کس قدر بلیغ تمثیل ہے! قلب انسانی وہ چراغ ہے' جو جسم انسانی کے طاق یعنی اس کے سینے میں رکھ دیا گیا ہے' آئینہ قلب اپنی اصل کے اعتبار سے اتنا صاف اور شفاف ہوتا ہے گویا دمکتا ہوا ستارہ کہ بداعمالیوں کی گرد اور غلط ماحول کی آلودگی سے اگر اسے محفوظ رکھا جائے تو کائنات کے لطیف تر حقائق آئینے کی مانند اس میں منعکس ہوتے ہیں' اور اس قلب انسانی کے چراغ میں جلنے والا تیل وہ روغن فطرت ہے کہ اگر اسے ماحول کے غلط اثرات اور تعصبات سے پاک رکھا جائے تو یہ نور وحی کو اس شان سے لپک کر قبول کرتا ہے جیسے وہ شفاف روغن زیتون جو بھڑک اٹھنے کو اس درجے بیتاب ہو کہ دیا سلائی ابھی فاصلے پر ہو اور وہ خود آگے بڑھ کر آگ کو پکڑ لے)

روشنی ہے روشنی پر

(ایک روشنی انسان کے باطن کی ہے جس کا انحصار اس کے آئینہ قلب کے صاف شفاف ہونے اور روغن فطرت کے ہر نوع کی آلودگی سے پاک ہونے پر ہے' اور ایک روشنی وہ ہے جس کا فیضان نور وحی کی صورت میں خارج سے ہوتا ہے۔ ان دونوں کے امتزاج سے جو نور ایمانی وجود میں آتا ہے' اپنی نوعیت کے اعتبار سے وہ ایمان کی اعلیٰ ترین صورت ہے)

اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے۔

(کہ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔)

اور اللہ مثالیں بیان کرتا ہے لوگوں کے واسطے' وہ خود ہر چیز سے خوب واقف ہے○

(مثال کی ضرورت تو ہم انسانوں کو ہوتی ہے کہ ہمارے عقلی و فکری پیمانے اپنی محدودیت کے باعث کائنات کے لطیف تر حقائق کا ادراک و احاطہ نہیں کر سکتے' اللہ پر تو یہ تمام حقائق روز روشن کی طرح عیاں ہیں اور وہ ہر شے کی حقیقت سے پورے طور پر واقف ہے)

(سورہ النور' آیت .... ۳۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایڈیٹر کے ڈیسک سے

جے یو پی کے دو دھڑوں کا اتحاد ___ ایک خوش آئند قدم

ملک کی دینی و سیاسی فضا پر اگرچہ ہر سو یاس اور بے یقینی کا دور دورہ ہے لیکن گزشتہ ہفتے ایک اچھی خبر بھی سننے کو ملی۔ اور وہ خبر یہ تھی کہ جمعیت علمائے پاکستان کے دونوں دھڑوں' مولانا نورانی گروپ اور مولانا عبدالستار نیازی گروپ کے باہمی اتحاد کی صورت بننے لگی ہے۔ بلاشبہ ان دونوں کا اتحاد ایک خوش آئند قدم ہے جو نہایت قابل ستائش اور لائق تحسین ہے۔ دینی و مذہبی رہنماؤں کے بارے میں عوام کا یہ تاثر کہ یہ لوگ اتحاد و یگانگت کا درس تو دیتے ہیں لیکن خود متحد ہونے کی بجائے گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ان میں تقسیم در تقسیم کا عمل جاری ہے' بے بنیاد نہیں ہے۔ داعی تحریک خلافت اور امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے قریباً اڑھائی ماہ قبل' ۲۵/ اگست کے خطبہ جمعہ میں "دینی جماعتوں میں اتحاد و اتفاق کی ضرورت و اہمیت" کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے اس ضمن میں جو عملی تجویز پیش کی تھی اور جماعت اسلامی اور تحریک اسلامی کے ساتھ اپنی تنظیم کے وفاق کی جو پیشکش کی تھی اس کا بنیادی نکتہ بھی یہی تھا کہ دینی جماعتوں کے اتحاد کے پہلے قدم کے طور پر ایک ہی مسلک اور یکساں تاریخی پس منظر رکھنے والی دینی جماعتوں کو بلا تاخیر باہم متحد ہو جانا چاہئے اور حالات کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے شخصیات کے اس ٹکراؤ کو اب یکسر مٹا دینا چاہئے جو اس دھڑے بندی کی اصل بنیاد ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے جے یو آئی اور جے یو پی کے دھڑوں کی مثال دی تھی کہ کسی بڑے اتحاد سے قبل مناسب ہو گا کہ جے یو آئی کے فضل الرحمن گروپ اور سمیع الحق گروپ باہم متحد ہو جائیں اور جے یو پی کے نورانی گروپ اور نیازی گروپ آپس کی دھڑے بندی کو ختم کر کے باہم متحد اور مدغم ہو جائیں۔ امیر تنظیم اسلامی کی تجویز کے مطابق اس سے اگلا قدم یہ ہو گا کہ جے یو پی اور جے یو آئی باہم اتحاد کریں کہ بہت سے اعتبارات سے یہ ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب کی اس تجویز پر عمل کا آغاز ہو گیا ہے۔ یہ یقیناً اہل پاکستان پر اللہ کے فضل و احسان کا مظہر ہے کہ علماء کرام میں اتحاد و اتفاق کی صورت سامنے آنے لگی ہے۔ مولانا نورانی اور مولانا نیازی لائق مبارکباد ہیں کہ اس نیک کام کے آغاز کی ہمت انہوں نے کی ہے اور اب ع "خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق" کے مصداق ہماری دعا ہے کہ جے یو آئی کے مولانا فضل الرحمن اور مولانا سمیع الحق بھی ملک و ملت کی مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی انا کے خول سے باہر نکلیں اور باہم اتحاد کا اعلان کرنے میں تاخیر نہ کریں' تاکہ اس بڑے اتحاد کی طرف پیش رفت ممکن ہو سکے جو اب وقت کی اہم ضرورت بن چکا ہے' یعنی جے یو پی اور جے یو آئی کا باہمی اتحاد۔ ہم مولانا نورانی اور مولانا عبدالستار نیازی صاحب سے بھی التماس کریں گے کہ وہ اتحاد کے عمل کو محض اعلان تک محدود نہ رکھیں بلکہ اس باہمی اتحاد کے معاملے کو یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ اس نیک کام کو مزید آگے بڑھانے میں بھی پہل کر کے امت کی نگاہوں میں سرخرو اور اللہ کے ہاں اجر و ثواب کے مستحق ٹھہریں۔

فجزاهم الله احسن الجزاء

☆ ☆ ☆

۲۰/ اکتوبر کے خطاب جمعہ میں جو تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کا افتتاحی اجلاس بھی تھا' امیر تنظیم اسلامی نے کشمیر کے مسئلے پر کھل کر گفتگو کی تھی اور اس کے حل کے ضمن میں اپنی رائے کو بلاخوف ملامت صاف الفاظ میں بیان کیا تھا۔ اس پر حسب توقع اخبارات میں رد و قدح شروع ہوئی جس پر امیر تنظیم نے ۲۵/ اکتوبر کو پریس کانفرنس طلب کی اور اس میں مسئلہ کشمیر کے ضمن میں اپنے موقف اور تجویز کو نہایت جامع انداز میں تحریری صورت میں صحافیوں کے سامنے رکھا۔ یہ مسئلہ چونکہ اب چھڑ چکا ہے اور امیر تنظیم کا بیان اب بحث و نزاع کا موضوع بن چکا ہے لہٰذا مناسب ہو گا کہ ان کے اس تحریری بیان کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے اور اپنے حلقہ احباب تک پہنچایا جائے تاکہ امیر تنظیم کا موقف اپنے مکمل سیاق و سباق کے ساتھ ان کے سامنے آ سکے۔ اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بیان کو پہلے "میثاق" میں شائع کیا گیا اور اب اسے ہدیہ قارئین ندائے خلافت کیا جا رہا ہے۔

☆ ☆ ☆

تنظیم اسلامی کا بیسواں سالانہ اجتماع کے حسب اعلان ۲۰ تا ۲۲/ اکتوبر ۹۵ء مینار پاکستان کے سبزہ زار میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع کے ساتھ ہی پہلی عالمی احیائے خلافت کانفرنس کا انعقاد بھی عمل میں آیا۔ بحمد اللہ اجتماع اور کانفرنس کے پروگرام نہایت بھرپور رہے۔ ان کی مفصل رپورٹ زیر نظر شمارے میں شامل کر دی گئی ہے۔ اس طرح ہمارے معاونین و احباب جو کسی وجہ سے شریک اجتماع نہیں رہے' ان کی بالواسطہ شمولیت کا بھی کسی قدر سامان ہو جائے گا۔ OO

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

O

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

بانی مدیر : اقتدار احمد مرحوم

جلد ۴ شمارہ ۴۵

۷ نومبر ۱۹۹۵ء

15

مدیر : حافظ عاکف سعید

معاون مدیر : نثار احمد ملک

O

یکے از مطبوعات
تحریک خلافت پاکستان
۴ - اے' مزنگ روڈ' لاہور

O

مقام اشاعت
۳۶- کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون : ۳-۵۸۶۹۵۰۱

O

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع : رشید احمد چودھری
مطبع : مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ لاہور

O

قیمت فی پرچہ : ۸ روپے
سالانہ زر تعاون (اندرون پاکستان) ۱۵۰ روپے

زر تعاون برائے بیرون پاکستان
☆ ترکی' اومان' مصر ۱۳/ امریکی ڈالر
☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' عرب امارات' بھارت' بنگلہ دیش' یورپ' جاپان ۲۰ امریکی ڈالر
☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ ۲۶ امریکی ڈالر

پاکستان کے شمال و جنوب پر کچھ "عالمی گدھ" منڈلا رہے ہیں

کشمیر کے مسئلے میں امریکہ کی دلچسپی خطرے سے خالی نہیں!

مسئلہ کشمیر کو امریکہ یا یو این او کے ذریعے حل کرانے کی بجائے باہم مذاکرات کے ذریعے حل کیا جائے!

چین کے ساتھ دوستی کے رشتے کو مضبوط کرنے اور بھارت کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے کی کوشش ہمارے مفاد میں ہو گی

کشمیر کے مسئلے کو تقسیم ہند کے نامکمل ایجنڈے کے طور پر حل کیا جانا چاہئے!

مسئلہ کشمیر کے حل کے ضمن میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی تجویز پر مشتمل تحریری بیان جو انہوں نے ۲۵/ اکتوبر ۹۵ء کی پریس کانفرنس میں پڑھ کر سنایا

کشمیر اور کراچی کے پیچیدہ و گھمبیر مسائل کے حل' اور بدلتے ہوئے حالات میں پاکستان کے لئے نئی خارجہ حکمت عملی کے ضمن میں میری رائے حسب ذیل عالمی' علاقائی اور ملی و ملکی مشاہدات و آراء پر مبنی ہے :

۱ ۔ جس طرح چند سو سال قبل یورپی عیسائی نو آبادیاتی سیلاب نے ایشیا اور افریقہ اور بالخصوص عالم اسلام پر حملہ کیا تھا اسی طرح اور اس کے باوجود کہ ع "دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز!" کے مصداق ابھی اس نو آبادیاتی استعمار کی بساط پورے طور پر لپٹنے بھی نہ پائی تھی کہ اب دوبارہ ایک عالمی استعمار کا سیلاب مغرب سے مشرق کی جانب بڑھ رہا ہے۔ اس بار یہ استعمار عالمی صیہونی تحریک کے آلہ کار کی حیثیت سے "نیو ورلڈ آرڈر" کے حسین نام کے تحت امریکہ اور اس کے یورپی اتحادیوں اور ان کی ادنیٰ کنیز یو این او کے ذریعے پیش قدمی کر رہا ہے۔

۲ ۔ بدقسمتی سے عالم عرب تقریباً کل کا کل اس نئے یہودی عالمی استعمار کے شکنجے میں کسا جا چکا ہے۔ اور اس کے ضمن میں تو یہودیوں کے مابین صرف یہ اختلاف باقی رہ گیا ہے کہ سیکولر صیہونی قیادت کی حکمت عملی یہ ہے کہ عظیم تر اسرائیل کے قیام کے ذریعے عربوں اور پوری دنیا کے مسلمانوں میں شدید رد عمل پیدا کرنے کی بجائے یورپی مشترکہ منڈی کی طرح شمالی افریقہ اور مغربی ایشیا کے مسلمان ممالک کا ایک تجارتی اور صنعتی بلاک بنانے پر اکتفا کی جائے جس میں سرمایہ اور تیل اور غیر فنی محنت مزدوری عربوں کی ہو گی اور ٹیکنالوجی اور مینجمنٹ (MANAGEMENT) ہماری' لہٰذا بالائی اور مکھن ہم کھائیں گے اور چاچھ لسی عربوں کو دیتے رہیں گے ---- جبکہ کٹر مذہبی یہودی اس پر اڑے ہوئے ہیں کہ اپنی دیرینہ امنگوں کے مطابق نیل سے فرات تک اور مشرقی ترکی اور شمالی حجاز بشمول مدینہ منورہ سمیت عظیم تر اسرائیل قائم کیا جائے --- (ان دونوں عناصر کے مابین مسجد اقصیٰ کو شہید کر کے "تیسرا ہیکل" تعمیر کرنا متفق علیہ ہے' جس کی جانب کسی بھی سہانی صبح کو پیش قدمی ہو سکتی ہے!)

۳ ۔ اس نئے عالمی استعمار کے راستے میں عالم اسلام میں سے تو واحد رکاوٹ' اور وہ بھی بہت قوی نہیں' ایران' افغانستان اور پاکستان کے "مسلم فنڈامنٹلسٹ" رہ گئے ہیں۔ البتہ غیر مسلم ممالک میں سے ایک عظیم عسکری قوت کی حیثیت سے چین' اور ایک عظیم صنعتی طاقت کی حیثیت سے جاپان فوری مسئلہ ہیں' جبکہ عددی قوت کے لحاظ سے بھارت اور ایٹمی صلاحیت کے اعتبار سے روسی ترکستانی ممالک کے بھی کبھی آئندہ پریشان کن بن جانے کا امکان ہے۔

۴ ۔ ادھر امریکہ کی جنوبی اور مغربی ریاستوں کے کٹر عیسائیوں میں یہودیوں کے خلاف وہی رد عمل شدت کے ساتھ پیدا ہو چکا ہے جو نصف صدی قبل جرمنی میں پیدا ہوا تھا اور لاتعداد ملیشیائیں ایک سول وار کی تیاریوں میں مصروف ہیں' جن کی ایک ادنیٰ جھلک حال ہی میں اوکلاہامہ

بم کی صورت میں دیکھی جا چکی ہے ---- بنا بریں عالمی یہودی استعمار اپنے ایجنڈا کی فوری تکمیل کے لئے بے تاب (DESPIERATE) ہو چکا ہے اور دراصل اسی بنا پر خلیج کی جنگ کے فوراً بعد نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ' اور اس کے معاً بعد پاکستان پر ہر ممکنہ دباؤ اور اس کے ایٹمی پروگرام کے خلاف کھلے کروسیڈ کا آغاز ہوا' اور اس کے ساتھ ساتھ کشمیر' کراچی اور گوادر کی جانب توجہات مبذول ہوئیں۔ جن میں سے اصل ٹارگٹ خطہ جنت نظیر کشمیر ہے!

۵ ۔ ادھر میرے تجزیئے کے مطابق مستقبل کے اس عظیم دجالی فتنے کے استیصال کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے اسرائیل کے قیام سے بھی ایک سال قبل خالص معجزانہ طریق پر پاکستان قائم فرمادیا تھا۔ جس نے ۱۲/ مارچ ۱۹۴۹ء کو قرار داد مقاصد کی صورت میں نعرہ تکبیر بھی بلند کر دیا تھا۔ لیکن افسوس کہ پھر ہم کچھ "اوروں کی عیاری" اور کچھ اپنوں کی سادگی کے باعث اپنی منزل سے منحرف ہو گئے جس کے نتیجے میں اس وقت نہ صرف یہ کہ ہم خود اپنے داخلی انتشار و خلفشار' اقتصادی و معاشی بدحالی' اور سماجی توڑ پھوڑ کے نتیجے میں تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں بلکہ کچھ "عالمی گدھ" بھی ہمارے شمال و جنوب پر منڈلا رہے ہیں!

۶ ۔ اس پس منظر میں اب سے دو تین سال قبل کشمیر کے مسئلے پر امریکہ کو جو دلچسپی پیدا ہوئی ہے وہ ہرگز خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اور عالمی یہودی استعمار سیکولر کشمیری نیشنلزم کو ابھار کر پورے کشمیر کو اس کے جملہ باج گزار علاقوں سمیت ایک بظاہر آزاد ملک بنا کر ایشیا کے عین قلب میں چین' بھارت' پاکستان' افغانستان اور ترکستان میں اپنی ریشہ دوانیوں کا مرکز بنانا چاہتا ہے۔ اس طرح گویا اس صدی کے آخر میں امت مسلمہ کے خلاف وہی ڈرامہ رچایا جا رہا ہے جو اس کے آغاز میں عرب نیشنلزم کو ہوا دے کر سلطنت و خلافت عثمانیہ کا چراغ گل کرنے کی صورت میں کھیلا گیا تھا۔

۷ ۔ اندریں حالات ہمارے لئے صحیح خارجہ حکمت عملی یہ ہے کہ

(i) اپنی جملہ مساعی کو پاکستان' افغانستان' روسی ترکستان اور ایران پر مشتمل ایک مسلم بلاک کی تشکیل پر مرکوز کردیں۔

(ii) ایک جانب چین کے ساتھ دوستی اور تعاون کے رشتے کو از سر نو مضبوط کریں --- اور دوسری جانب بھارت کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے' تنازعات کو حل کرنے اور تجارتی و ثقافتی تعلقات کو بڑھانے کی جانب فیصلہ کن اقدام کریں۔

۸ ۔ کشمیر کے خوفناک ترین مسئلے کے حل کے ضمن میں میری رائے یہ ہے کہ :

(i) اسے امریکہ یا UNO کے ذریعے حل کرانے کی کوشش ترک کر دی جائے اور چچا سام کو کم از کم اس مسئلے میں "سلام" کہہ دیا جائے اور یو این او سے بھی اپنا پاندان اٹھا لے جانے کی درخواست کی جائے۔

(ii) اس کا حل شملہ معاہدے کے مطابق بھارت کے ساتھ براہ راست دو طرفہ گفتگو کے ذریعے جلد از جلد کچھ دو اور کچھ لو کے اصول پر کر لیا جائے۔ اور اس ضمن میں ایران اور چین کی خیرسگالی کو بروئے کار لایا جائے۔

(iii) اسے ۱۹۴۷ء کی تقسیم ہند کا نامکمل ایجنڈا قرار دیتے ہوئے اور پنجاب اور بنگال کی تقسیم کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طرح حل کیا جائے کہ :

(ا) آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات کو پاکستان میں ضم کر لیا جائے اور صوبوں کی حیثیت دے دی جائے۔

(ب) اسی طرح جموں اور لداخ کے غیر مسلم اکثریت والے علاقوں کو بھارت اپنی ریاستیں بنالے' اور

(ج) وادی کی حد تک بھارت اور پاکستان اپنے ہی اہتمام میں ریفرنڈم کرالیں اور صرف وادی کی حد تک بھارت یا پاکستان میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کے ساتھ ساتھ آزادی کا تھرڈ آپشن بھی دے دیا جائے۔ اس شرط کے ساتھ کہ اس کو داخلی خود مختاری تو پوری حاصل ہو لیکن خارجہ پالیسی اور دفاع کے معاملات پر بھارت اور پاکستان کی مشترکہ نگرانی ہو۔

اگر ایسا نہ کیا گیا تو عنقریب بھارت اور پاکستان دونوں روایتی بلیوں کے مانند دیکھتے رہ جائیں گے... . اور عظیم تر کشمیر کی پوری روٹی کو عالمی یہودی استعمار کا بندر ہڑپ کر جائے گا۔ اعاذنا اللہ من ذلک

۹ ۔ اسی طرح کراچی کے مسئلے کے ضمن میں بھی ہمیں چاہئے کہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنے کی بجائے تبدیل شدہ حالات کا ادراک و اعتراف کریں۔ اور یہ تسلیم کرلیں کہ اسلام کی منزل سے انحراف کی سزا کے طور پر ہم ایک قوم کی بجائے قومیتوں میں تقسیم ہو چکے ہیں اور ان میں نئے سندھیوں پر مشتمل ایک نئی قومیت کا بھی بالفعل اضافہ ہو چکا ہے۔ اندریں حالات اگر اس نئی قومیت کے لئے اطمینان بخش حالات نہ پیدا کئے جا سکے تو بیرونی استعمار اس کی بے چینی اور بے اطمینانی کو ہمارے خلاف استعمال کر سکتا ہے ---- چنانچہ لندن میں الطاف حسین صاحب سے اپنی حالیہ ملاقات سے بھی میں نے یہی اندازہ کیا ہے کہ وہ پاکستان کی پوری سیاسی قیادت اور جملہ سیاسی جماعتوں پر مستزاد فوج سے بھی قطعاً مایوس ہیں اور ان کی ساری کی ساری امیدیں کسی "بین الاقوامی" مدد کے سہارے قائم ہیں۔

۱۰ ۔ اندریں حالات ہمیں پورے پاکستان میں چھوٹے صوبے بنانے کا اصولی فیصلہ کر کے فی الفور ایسا اعلیٰ سطح کا کمیشن قائم کردینا چاہئے جو جملہ جغرافیائی اور انتظامی سہولتوں کے ساتھ ساتھ لسانی اور نسلی اکائیوں کو بھی ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نئے اور متوازن صوبوں کی تشکیل کے ضمن میں سفارشات پیش کرے۔ اور ان صوبوں کو زیادہ سے زیادہ داخلی خود مختاری دی جائے!

یروشلم کو مکمل یہودی شہر بنانے کی سازش!!

یہود کی سازشوں کے خلاف عیسائیوں اور مسلمانوں کو مل کر جدوجہد کرنا ہوگی!

اگر مناسب پیش بندی نہ کی گئی تو دونوں کے مقامات مقدسہ یہود کے لئے منافع بخش تجارت بن جائیں گے

سابق امریکی سینیٹر پال فنڈلے یہود کی ریشہ دوانیوں سے پردہ اٹھاتے ہیں

امریکی سینیٹر پال فنڈلے امریکی سیاست میں یہود نوازی اور اسرائیلی لابی کی مداخلت کے کٹر مخالف تصور کئے جانے والے سیاستدان ہیں۔ ان موضوعات پر مسلسل اظہار خیال کیا جاتا ہے۔ آپ کو اسرائیلی لابی کی مخالفت کی وجہ سے سینٹ کے انتخابات میں شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ زیر نظر مضمون جو مقبوضہ یروشلم کے بارے میں عیسائی نقطہ نظر کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے' روزنامہ سعودی گزٹ سے ترجمہ کے بعد قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

اگر اسرائیل کو اپنی پالیسی میں نمایاں تبدیلی لانے پر مجبور نہیں کیا گیا تو جلد ہی پورا یروشلم (یعنی وہ مغربی قدیم و جدید شہر) صیہونی ریاست کا مستقل حصہ بن جائے گا اس طرح مشرقی یروشلم کے مستقبل کے فیصلہ کے لئے فوجی کارروائی کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا۔

یروشلم کو صیہونی ریاست میں ضم کرنے کے مضمرات سے مسلم قائدین ایک عرصہ سے واقف ہیں اور اس کے تدارک کے لئے وہ کوشش بھی کر رہے ہیں لیکن اب انہوں نے اس مسئلہ کے حل کی واحد امید یعنی وہائٹ ہاؤس پر دباؤ ڈالنے کے لئے عیسائی قائدین سے مل کر جد و جہد کرنے کی حکمت عملی اپنائی ہے۔ عیسائی اور مسلمان دونوں مشترکہ جد و جہد کے ذریعہ امریکی انتظامیہ پر موثر دباؤ ڈال سکتے ہیں اور ایسا کرنا وقت کا تقاضہ بھی ہے۔

مسلمانوں اور عیسائیوں کی مجموعی تعداد سبھی کو ششدر کر دینے والی ہے۔ پوری دنیا میں ہر دو مذاہب کے ماننے والوں کی آبادی ایک ایک ارب سے زائد ہے۔ اس کے برعکس یہودیوں کی مجموعی عالمی آبادی فقط ڈیڑھ کروڑ ہے۔

یروشلم شہر مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں کے لئے انتہائی متبرک و مقدس مقام کا درجہ رکھتا ہے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی شہر مقدس سے معراج کے سفر پر روانہ ہوئے تھے۔ اس شہر کا شمار اسلام کے تین مقدس مقامات میں ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے حیات مبارکہ میں بھی یروشلم کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔

لیکن زائرین کو ویزا دیئے جانے نیز مقبوضہ علاقوں میں داخلہ پر اسرائیلی پابندیوں نے کروڑوں مسلمانوں بشمول لاکھوں فلسطینیوں کو مسجد اقصیٰ کی زیارت سے عملی طور پر محروم کر دیا ہے۔ امتناعی احکامات کے تحت صرف وہ فلسطینی ہی چاہے وہ مسلم ہوں یا عیسائی' یروشلم میں آزادانہ طور پر داخل ہو سکتے ہیں جو یہ ثبوت فراہم کر سکیں۔ وہ یا ان کے والدین ۱۹۶۷ء میں یروشلم میں سکونت پذیر ہیں۔ دوسرا اسرائیلی حکام سے اجازت نامے حاصل کرنے کے بعد ہی شہر ممنوعہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس پابندی نے مغربی کنارے اور غزہ کے زیادہ تر فلسطینیوں کو مشرقی یروشلم میں واقع مقدس مقامات کی زیارت سے بدیہی طور پر محروم کر دیا ہے درحقیقت اسرائیلی کا یہ عمل اس کے اس دعویٰ کو جھٹلاتا ہے کہ مقامات مقدسہ کے دروازے سب کے لئے کھلے ہیں اور وہ ان کی زیارت بغیر کسی رکاوٹ کے انجام دے سکتے ہیں۔

قدیم شہر اور اس کے قرب و جوار میں واقع مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے بیرون ملک سے ہر سال لاکھوں عیسائی زائرین آتے ہیں۔ لیکن اسرائیلی پالیسی اور طرز عمل کے باعث سیاحت پر ۴۰۰۰ سے زائد لائسنس یافتہ یہودی گائیڈوں کا غلبہ ہے۔ عیسائی گائیڈوں کی تعداد محض ۴۰ ہے چنانچہ عیسائی زائرین شاید ہی کسی مقامی عیسائی سے مل پاتے ہیں یا کسی عیسائی گرجے میں داخل ہوتے ہیں کیونکہ ہر وقت وہ یہودی گائیڈوں کی نگرانی اور سرپرستی میں ہوتے ہیں اور ان گائیڈوں کو نہ عیسائی مذہب سے کچھ واقفیت ہوتی ہے اور نہ وہ اسے جاننے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اگر یہی صورت حال برقرار رہی تو وہ دن دور نہیں

> اب عیسائیوں کے ایک درجن بڑے فرقوں کے رہنماؤں نے بالکل صحیح جگہ یعنی وہائٹ ہاؤس پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ کلنٹن اسرائیل سے یروشلم کی مستقل حیثیت کے بارے میں ایک سال کے بعد غور کرنے کی بجائے جلد از جلد مذاکرات شروع کرنے کیلئے مجبور کریں"

جب مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقامات مقدسہ کی حیثیت کم و بیش ان منافع بخش تجارتی پارکوں کی طرح ہو جائے گی جن کا انتظام یہودیوں کے ہاتھوں میں ہو گا۔

مقامی عیسائی اس بات پر ناراض تھے کہ گزشتہ اکتوبر میں جب صدر بل کلنٹن' جو اپنے عیسائی عقیدہ کا گاہے بہ گاہے اظہار بھی کرتے رہتے ہیں' یروشلم آئے تو انہوں نے یہودی عبادت گاہوں کی مذہبی رسوم میں تو شرکت کی لیکن کسی بھی عیسائی مذہبی تقریب میں شریک نہیں ہوئے علاوہ ازیں وہ نہ تو کسی عیسائی گرجے میں گئے اور نہ ہی کسی مقامی عیسائی سے ملے۔

حالیہ برسوں میں یروشلم کی عیسائی آبادی میں زبردست کمی واقع ہوئی ہے چنانچہ آج اسرائیلی حکام یہاں کے عیسائیوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے ہیں۔ امریکی وقائع نگار گریس ہال سیل نے اپنی ایک رپورٹ میں عیسائی آبادی میں کمی کا تفصیلی جائزہ لیا ہے یہ رپورٹ "لنک" میگزین میں چھپی ہے۔ امریکی یہ رسالہ مشرق وسطیٰ کے حالات و امور سے واقفیت کے لئے نکالتے ہیں۔ وہ لکھتی ہیں کہ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیلی جنگ سے قبل یروشلم میں عیسائیوں کی تعداد شہر کی کل آبادی کی نصف تھی لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ محض چند جمبو طیاروں کے ذریعہ یروشلم کے تمام عیسائیوں کو باہر منتقل کیا جا سکتا ہے۔ بیت سحور کے ایک عیسائی نے الزام عائد کیا..... اسرائیلیوں نے فلسطینی عیسائی فرقہ کو نیست و نابود کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔"

یہ رپورٹ ایک بڑے حلقے میں ہلچل کا موجب بن گئی ہے اس پر کافی لے دے ہو رہی ہے اور اس مضمون کو الگ سے شائع کر کے بڑے پیمانے پر تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں مصنفہ ہال سیل کو جنہیں "جرنی تھروجیروسلیم" اور "یروشیس اینڈ پولیٹکس" جیسی کتابوں سے خوب شہرت ملی' دھمکی بھرے خطوط مل رہے ہیں جو دراصل اس بات کا ثبوت ہے کہ اس رپورٹ کے ذریعہ انہوں نے مشرق وسطیٰ کے مسئلے کے منصفانہ حل کے لئے اپنی گراں قدر خدمت کا انجام دی ہے۔ یروشلم کو اپنے تسلط میں رکھنے کے معاملہ میں یہودیوں کو مسلمانوں اور عیسائیوں پر برتری و بالادستی کیوں حاصل ہے؟ اس کا بہت آسان جواب ہے ..... اسرائیل کو امریکہ کی زبردست پشت پناہی حاصل ہے لیکن معدودِ چند امریکی ہی اس حقیقت کا ادراک کر پاتے ہیں۔

بہرحال ایک لمبے عرصہ کے بعد گھٹا ٹوپ اندھیرے میں روشنی کی کرن نظر آئی ہے اب عیسائیوں کے ایک درجن بڑے فرقوں کے رہنماؤں نے بالکل صحیح جگہ یعنی وہائٹ ہاؤس پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ کلنٹن اسرائیل سے یروشلم کی مستقل حیثیت کے بارے میں ایک سال کے بعد غور کرنے کے بجائے جلد از جلد مذاکرات شروع کرنے کے لئے مجبور کریں۔

یہ بات تقریباً طے ہے کہ وزیراعظم اسحٰق رابین یروشلم کے مسئلہ کو امن مذاکرات میں ترجیح نہیں دیتے ہیں ان کا اصرار ہے کہ جب تک دوسرے اہم مسائل حل نہیں ہو جاتے تب تک یروشلم کی حیثیت اور مقبوضہ علاقوں میں یہودی آباد کاری کے مسئلے کو موخر کیا جائے۔ ستمبر ۱۹۹۳ء میں امن و دوستی کے مشہور معاہدے کے وقت جو اعلامیہ جاری کیا گیا تھا اس کے تحت متذکرہ بالا امور پر مئی ۱۹۹۶ء سے قبل

> **"مسلمانوں اور عیسائیوں کی مجموعی تعداد بھی کو ششدر کر دینے والی ہے۔ پوری دنیا میں ہر دو مذاہب کے ماننے والوں کی آبادی ایک ایک ارب سے زائد ہے۔ اس کے برعکس یہودیوں کی مجموعی عالمی آبادی فقط ڈیڑھ کروڑ ہے"**

مذاکرات ہونے تھے۔ تاہم اس سے رابین یہ مراد لیتے ہیں کہ یہ امور مئی ۱۹۹۶ء سے قبل زیر غور آ ہی نہیں سکتے۔ آثار و قرائن بتاتے ہیں کہ وہ پورے بارہ مہینوں تک بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ تک مسئلہ کو التوا میں رکھیں گے تاکہ مشرقی یروشلم میں عربوں کی آبادی کم کر کے اور مزید ہزاروں یہودیوں کو بسا کر کے اپنے موقف کو مضبوط بنایا جا سکے۔ یہودی آباد کاری کے لئے زور و شور سے جاری تعمیرات اور عربوں کے اخراج کے نتیجے میں مشرقی یروشلم میں یہودیوں کی تعداد مسلمانوں سے قدرے زیادہ ہو گئی ہے۔

اگر امریکہ نے اس پر پابندی لگانے کا مطالبہ نہیں کیا تو نئی تعمیرات کا سلسلہ ایک سال کے بعد بھی جاری رہے گا۔ گو امن معاہدے کی قرار دادوں کے مطابق یروشلم پر مذاکرات کا آغاز مئی ۱۹۹۶ء میں ہونا چاہئے لیکن خدشہ ہے کہ اس پر قرار واقعی عمل ہو گا کیوں کہ اسرائیل نے اب تک کسی بھی قرار داد پر طے کردہ میعاد کے اندر عمل نہیں کیا۔ چنانچہ اس اس بات کا اندیشہ ہے کہ بات چیت کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد اکتا دینے والی طوالت کا شکار نہ ہو جائے اسرائیل کو ۱۰بلین ڈالر کا امریکی قرض مقبوضہ علاقوں اور یروشلم میں آباد کاری پر پابندی سے مشروط ہونے کے باوجود نئی تعمیرات کا سلسلہ جاری ہے۔

ایسا لگتا ہے کلنٹن نے رابن کو اس معاملہ میں کھلی چھوٹ دے رکھی ہے۔ پچھلے سال انہوں نے رابن کو یقین دلایا تھا کہ اسرائیل کو ۱۹۹۴ء اور سال رواں میں ۱۹۹۳ء کی طرح امریکی امداد (۴۰ء۷ بلین ڈالر کی خطیر رقم) جاری رہے گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ لون گارنٹی ایکٹ کے ضابطوں کی خلاف ورزی کئے جانے پر عائد جرمانوں کے سبب امریکی امداد متاثر نہ ہو گی چاہے یہ خلاف ورزیاں کتنی ہی شدید و سنگین کیوں نہ ہوں۔ لیکن اب عیسائی قائدین غیر متوقع طور پر غیر معمولی شدت کے ساتھ اپنے موقف کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان کا احتجاج اس وقت سے شروع ہوا جب ۶ مارچ کو آٹھ قائدین نے ایک مشترکہ بیان جاری کر کے امریکی انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ "وہ نئی آباد کاری اور نئی تعمیرات کے ذریعہ یروشلم کی آبادیاتی ہیئت و حیثیت کو بدلنے کی اسرائیلی کوششوں پر روک لگائے۔" عیسائیوں کے ایک فرقہ ورلڈ متھاڈسٹ کونسل نے کلنٹن کو باخبر کرتے ہوئے کہا..... اگر ہماری منسلکہ رپورٹ آپ کے مشیروں کی پیش کردہ رپورٹ سے ہم آہنگ نہیں ہے تو ...... وہ لوگ آپ سے حقیقت چھپا رہے ہیں۔ مگر ورلڈ جیوش کانگریس نے اسے سامی مخالف حرکت سے تعبیر کیا اس رپورٹ پر رومن کیتھولک' لوتھرین' متھاڈسٹ' ایپی اسکوپل' کویکر' ڈسپل آف کرائسٹ' پریس بائی ٹرین' گریک آرتھوڈاکس' اینٹی اوشین آرتھوڈکس اور یونائیڈ چرچ آف کرائسٹ فرقوں کے قائدین نے دستخط کئے تھے۔ اس احتجاج کا امریکی انتظامیہ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس کے باوجود ان لوگوں نے حوصلہ نہیں ہارا۔ انہیں اس گھڑی کا انتظار ہے جب کلنٹن دوبارہ صدارتی انتخاب لڑنے کے لئے عیسائی برادری کے سامنے آئیں گے اور اپنے تاریک امکانات کے باعث وہ عیسائی فرقہ کے مطالبات پر غور کرنے اور اسرائیل کے تئیں امریکہ کی کمزور پالیسی پر نظر ثانی کرنے کے

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

جاگیرداری اور سودی معیشت' اسلامی نظام کے راستے کی بڑی رکاوٹیں ہیں

نظام کی تبدیلی صرف انقلاب کے ذریعے ہی ممکن ہے جس کے لئے ایک منظم جماعت ناگزیر ہے

پاکستان میں دین کے نام پر قائم اکثر جماعتوں کے پیش نظر نظام تبدیل کرنا نہیں ہے

چکوال سے ہمارے ایک قاری جناب ابن نادر کے سوالات اور جناب سردار اعوان کے جوابات

س: تنظیم اسلامی موجودہ نظام کو غیر اسلامی اور باطل قرار دیتی ہے اور اسے بدل کر اسلامی نظام یعنی نظام خلافت قائم کرنا چاہتی ہے لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اب جبکہ قرارداد مقاصد آئین میں بطور ایک نافذ العمل شق شامل کر لی گئی ہے' پاکستان کا آئین اسلامی آئین بن گیا ہے۔ کیا آپ بتائیں گے کہ آئین اور نظام میں کیا فرق ہے جو آپ اس کے باوجود نظام بدلنے کا کہتے ہیں؟

اس ملک میں چھوٹی چھوٹی اقلیتوں کو چھوڑ کر سب مسلمان رہتے ہیں پھر بھی یہ ملک اسلامی نہیں تو اسلامی مملکت کیا ہو گی؟

اگر لوگ اسلام پر عمل ہی نہیں کرتے تو خلافت کا نظام قائم کرنے سے کیا ہو گا؟

ج: سادہ الفاظ میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ "نظام" اس "آلہ" کو کہتے ہیں جس کے ذریعے انسانوں کو آپس میں "باندھ" کر رکھا جاتا ہے تاکہ وہ ایک "قطار" میں ہوں نہ کہ شتر بے مہار۔ یہ آلہ کسی قوم اور معاشرے کے وہ بنیادی افکار و نظریات ہوتے ہیں جن کے ذریعے وہ قوم یا معاشرہ ایک "اکائی" بنتا ہے۔ ہم مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ ہمارے پاس یہ آلہ وہ ہے جو خود رب کریم نے نہ صرف ہمارے اپنے لئے بلکہ ساری نوع انسانی کے لئے ہمیں عطا کر رکھا ہے جو انسانوں کی انفرادی زندگی سے لے کر پوری اجتماعی زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔ بلکہ اب تو یہ ہی اصل اجتماعی زندگی' انفرادی زندگی صرف نام کی حد تک رہ گئی ہے۔ آئین اس قانونی دستاویز کو کہتے ہیں جو ملکی . رین کسی نظام کو چلانے کے لئے مرتب کرتے ہیں۔ اس آئین کی ر ۔ ؓز مد آگے قانون سازی ہوتی ہے اور جرائم وغیرہ کے سدباب کے لئے تعزیرات مقرر کی جاتی ہیں۔ بہرحال آئین نظام ہی کا آئینہ دار ہوتا ہے اور فنی باریکیوں میں جائے بغیر ہم آسانی کے لئے کہہ سکتے ہیں کہ نظام اور آئین میں کوئی فرق نہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نظام کو بدلنے سے ہماری مراد کیا ہے؟ کیونکہ اس بحث میں نہ بھی پڑیں کہ موجودہ آئین اسلامی ہے یا غیر اسلامی' یہ تو سب مسلمان مانتے ہیں کہ ہمارے پاس قرآن و سنت کی شکل میں اللہ کا دیا ہوا ایک مکمل نظام موجود ہے۔ بہرحال نظام کو بدلنے سے ہماری مراد اسلامی نظام کا بالفعل قیام ہے۔ بالفاظ دیگر وہ رکاوٹیں دور کرنا مراد ہے جو اسلامی نظام کے عملاً قیام میں حائل ہیں۔ یعنی جو صورت حال بالفعل اور فی الواقعہ موجود ہے اسے تبدیل کر کے بالفعل حقیقی اسلامی اقدار پر مبنی معاشرہ وجود میں لانا۔

اس کی راہ میں دو سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں۔ ایک جاگیرداری دوسرا سود' یہ دونوں وہ بدترین استعماری ہتھکنڈے ہیں جنہیں بروئے کار لا کر ایک چھوٹے طبقے نے ہمیشہ کروڑوں' لاکھوں انسانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔ آج بھی دنیا میں انسانوں کی کثیر تعداد انہی کے سبب معاشی غلامی کی زندگی گزار رہی ہے اور پاکستان کے بارہ تیرہ کروڑ عوام بالفعل چند سو خاندانوں کے حقیر ترین غلام بنے ہوئے ہیں' اللہ نے کسی انسان کو غلام پیدا نہیں کیا۔ یہ انسان ہے جو اپنی طاقت اور ہوشیاری سے اپنے جیسے انسانوں کو غلام بنا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ظالموں کے خلاف لڑنے کا حکم دیتا ہے۔

ایک صحیح اسلامی ملک میں مکمل سماجی' معاشی اور سیاسی عدل ہونا چاہئے۔ ایک اللہ کو ماننے کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ پیدائشی طور پر سب انسان برابر ہیں۔ ان میں کوئی اونچ نیچ نہیں۔ اللہ کی زمین پر اللہ کے پیدا کئے ہوئے تمام انسانوں کو ترقی کے یکساں مواقع میسر آنے چاہئیں۔ ہر شے کا مالک حقیقی اللہ ہے۔ انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ درحقیقت امانت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ انسانوں کے برتنے کے لئے ہے۔ کوئی انسان اگر اپنی قابلیت اور ذہانت سے دوسروں سے آگے نکل جاتا ہے تو اس کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ پیچھے رہ جانے والے بھائیوں کی خبرگیری کرے۔ لیکن اگر وہ اپنی اخلاقی ذمہ داری کو ادا نہیں کر رہا تو کم از کم یہ تو نہ کرے کہ اپنی طاقت اور عیاری

> **"ان سے مراد گھر گھر جنم لینے والی جماعتیں اور تنظیمیں نہیں کہ جن کا منتہائے مقصود ہی محض جماعت یا ادارے کا قیام ہوتا ہے' کوئی ٹھوس کام کرنا ان کے پیش نظر ہوتا ہی نہیں۔ ہمارے ہاں ایسی جماعتیں اور تنظیمیں تو لاتعداد ہیں جن میں آئے روز اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ تو نری بدنظمی ہے"**

سے انہیں ان کے جائز حقوق سے بھی محروم کر دے اور انہیں غلام بنا کر اپنے لئے دولت جمع کرنے کا ذریعہ سمجھ لے۔

اسی طرح حاکمیت مطلقہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ انسان کے لئے نیابت یا خلافت ہے۔ انسان کو یہ اختیار نہیں کہ وہ خود حاکم مطلق بن بیٹھے۔ یہ اللہ کے خلاف بغاوت اور غداری ہے۔ اس کی سزا وہی ہے جو باغی اور غدار کی ہوتی ہے۔ کسی انسان کو اللہ نے حکمران بنایا ہے تو اس کا کام ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے احکامات کو نافذ کرے اور لوگوں میں عدل قائم کرے۔ ان کے لئے آسانیاں پیدا کرے نہ کہ تنگی۔ لیکن عملاً یہی ہوتا ہے کہ وہ طبقہ جس کے پاس دولت' طاقت اور اقتدار ہوتا ہے وہ اس کے ذریعے اقلیت میں ہونے کے باوجود اکثریت کو زبردستی غلام بنا لیتا ہے اور اللہ کے احکامات کی پروا نہیں کرتا' اس کی ایک واضح مثال ہمارے ہاں وفاقی شرعی عدالت کا سود کے بارے میں فیصلہ ہے جس کے خلاف نواز شریف حکومت نے اپیل کر دی تھی اور اس کے باوجود کہ دو سال سے نواز مخالف حکومت برسراقتدار ہے وہ کیس ہنوز "زیر سماعت" ہے' اس لئے کہ اس سے اس طبقہ کے اپنے مفادات وابستہ ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ عوام جو اگرچہ ہیں تو غلام' مگر اکثریت میں ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلمان ہیں۔ وہ کیوں اسلام پر عمل نہیں کرتے اور ان ظالموں کے خلاف کیوں نہیں لڑتے؟ ظاہر ہے کہ اگر تو اسلامی ریاست قائم ہے تو یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ معاشرے میں اسلامی حدود و تعزیرات اور دینی اقدار کو نافذ کرے اور لوگوں سے اسلام پر عمل کروائے۔ لیکن اسلامی ریاست قائم کرنا بھی تو کسی کی ذمہ داری ہے یا نہیں؟ اور یہ غلام طبقہ ہی ہوتا ہے جو اس کے لئے قربانیاں پیش کرتا ہے۔ حکمران بھی قربانیاں دیتے ہیں مگر صرف اپنے دنیاوی مفادات کے لئے۔ عوام کی بے عملی کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں اور ہیں' لیکن میرے نزدیک ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ہم خود کچھ کرنے کی بجائے کسی "مسیحا" کے منتظر رہنے کے عادی ہیں۔ جس سے بات کریں یہی کہے گا کوئی "ڈنڈے والا" جب تک نہیں آتا کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسلامی تاریخ کے حوالے سے بھی ہماری نظر شخصیات سے آگے نہیں جاتی۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ چودہ سو سالہ تاریخ میں کتنے عمر بن عبدالعزیزؒ آئے' جبکہ صدام حسین' حافظ الاسد اور کرنل قذافی جیسے "راہنماؤں" سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ ہم یہ حقیقت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ اب دنیا میں کبھی بادشاہیت' شہنشاہیت اور آمریت کا دور لوٹ کر نہیں آ سکتا۔ دنیا اس سے کہیں آگے نکل چکی ہے۔ مسلم دنیا میں جو بادشاہتیں اور آمریتیں موجود ہیں وہ چند دن کی مہمان ہیں۔

چنانچہ اب جماعتوں اور اداروں کا زمانہ ہے' مگر اس سے مراد گھر گھر جنم لینے والی جماعتیں اور تنظیمیں نہیں کہ جن کا منتہائے مقصود ہی محض جماعت یا ادارے کا قیام ہوتا ہے' کوئی ٹھوس کام کرنا ان کے پیش نظر ہوتا ہی نہیں۔ ہمارے ہاں ایسی جماعتیں اور تنظیمیں تو لاتعداد ہیں جن میں آئے روز اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ تو نری بدنظمی ہے۔ ایسی جماعتیں درکار ہیں جو خالص اسلامی اصولوں پر قائم ہوں' صرف اسلامی نظام کے لئے کام کریں۔ ایک قیادت میں منظم ہوں اور سب سے اہم یہ کہ ان کی فکری بنیاد اتنی پختہ اور جاندار ہو کہ لوگوں کی معتدبہ تعداد کو اپنی جانب متوجہ کر سکیں اور ان کے ذہن و فکر کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا کام موثر انداز میں کر سکے تاکہ ایک مضبوط اور موثر طاقت وجود میں آئے جو میدان میں آ کر باطل کو چیلنج کر سکے۔ ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد اگر نظام خلافت کا قیام و نفاذ کیا جائے گا تو کوئی وجہ نہیں کہ لوگوں میں تبدیلی نہ آئے اور نظام خلافت کی برکات ظاہر نہ ہوں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم نظم میں رہ کر کام کرنے کی عادت پیدا کریں۔ لیکن افسوس کہ یہ بات ہمارے مزاج سے لگا نہیں کھاتی۔

س : پاکستان کی لگ بھگ تمام دینی اور مذہبی جماعتوں کے سربراہ "اتحاد بین المسلمین" اور "عالمی نظام خلافت" کی باتیں تو کرتے ہیں لیکن خود اکٹھے ہو کر کچھ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ لہٰذا عام آدمی کیا کرے؟

ج : سوال یہ ہے کہ کتنے فیصد لوگ ہیں جو کسی دینی یا مذہبی جماعت میں باقاعدہ شامل ہیں اور ملک میں جو عمومی قحط الرجال کا عالم ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے کتنے افراد ایسے ہوں گے جو ان میں سے واقعتاً اس جماعت کے لئے گراں قدر اثاثہ ہونے کا درجہ رکھتے ہیں۔ اصل میں ہوتا یہ ہے کہ کوئی باہمت شخص اٹھتا ہے اور اپنا تن' من دھن لوگوں کو پکارنے میں لگا دیتا ہے لیکن جب کوئی خاطر خواہ جواب نہیں ملتا تو وہ پہلے مرحلے یعنی دعوت اور انقلابی فکر کی اشاعت میں ہی اپنی ساری زندگی بتا دیتا ہے' اگلے مراحل کی نوبت ہی نہیں آتی' قافلے اگر چل رہے ہوں تو کہیں نہ کہیں آپس میں مل جاتے ہیں۔ بیٹھے بیٹھے مصنوعی اتحاد قائم کرتے رہنے سے حاصل کیا ہو گا۔ لہٰذا دیکھا جائے تو اس کے زیادہ ذمہ دار عوام ہیں جو ٹس سے مس نہیں ہو رہے۔ دینی جماعتوں میں جو خامیاں اور کوتاہیاں ہیں اس کے لئے اللہ کے ہاں وہ جواب دہ ہوں گی۔ مجھے اور آپ کو اپنی فکر کرنی چاہئے۔ کیا ہم اپنی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں؟ اگر لوگ اپنی صلاحیتوں اور اوقات کا کچھ حصہ اقامت دین کے لئے جدوجہد کرنے والی کسی جماعت کے حوالے کریں گے تو اس سے نظم کی کیفیت پیدا ہو گی جو بجائے خود مطلوب ہے اور مزید بھی ان شاء اللہ بہتری کی طرف پیش رفت ہو گی۔ بہرحال ہمارے نزدیک اس کے علاوہ کسی ٹھوس اور پائیدار مثبت تبدیلی لانے کا اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔ OO

بقیہ : مکتوب کراچی

بعد دعا کے لئے ہاتھ بلند کرتی تو شاید رب ذوالجلال کو ترس آ ہی جاتا۔ دعا وہ ہوتی ہے جو دنیا سے چھپ کر گوشہ تنہائی میں کی جاتی ہے جہاں یا تو دعا مانگنے والا اللہ کا بندہ ہوتا ہے یا خود اللہ رب العزت کی ہستی ہوتی ہے' جو ہر جگہ موجود ہے اور جس کا اعلان ہے "اور جب میرے بندے آپؐ سے سوال کریں میرے بارے میں تو ان سے کہہ دیجئے کہ میں ان کے قریب ہی ہوں' پس میں دعا کو قبول کرتا ہوں جب دعا کی جاتی ہے' پس انہیں بھی چاہئے کہ وہ بھی میری پکار سنیں اور مجھ پر ایمان لائیں"۔

بینرز کے نیچے لکھے گئے انفرادی نام یا تو کسی وزیر یا مشیر کے ہیں جو اوپر والوں کو خوش کرنے کے لئے لکھے گئے ہیں یا اداروں کے کہ جنہوں نے اس موقع کو اپنے اداروں کے اشتہار کا ذریعہ بنایا ہے۔ اگر یہ سب اہل کراچی کو دکھانے کے لئے کیا گیا ہے تو یا تو یہ نادانستگی میں ریاکاری کا مظاہرہ ہے یا دانستہ منافقت کا عمل۔ معصوم بچوں کی دعائیں اللہ تعالیٰ ضرور سنتا ہے لیکن اس کے لئے ان کا سفید لباس میں ملبوس ہونا ضروری نہیں جیسا کہ اسکول کے بچوں پر پابندی عائد کی گئی۔ حکومت کو یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہئے کہ مظلوم کی آہ کی دربار الٰہی میں رسائی کی راہ میں کوئی سرکاری درباری حائل نہیں ہو سکتا۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درحق بہر استقبال می آید

☆☆☆

تنظیم اسلامی کا بیسواں سالانہ اجتماع!

الحمدللہ ہمارے قدم آگے بڑھ رہے ہیں

ان شاء اللہ' پہلی عالمی احیائے خلافت کانفرنس' تنظیم کی تاریخ کا اہم سنگ میل ثابت ہو گی

جذبہ جہاد سے سرشار کارکنوں نے مینار پاکستان کے سائے میں نظام باطل کے خلاف جدوجہد کا عہد تازہ کیا

لوگ ولولہ تازہ لے کر اجتماع گاہ سے رخصت ہوئے

میر کارواں نے ملک و ملت کو درپیش مسائل کی نشاندہی ہی نہیں کی' ان کا قابل عمل حل بھی پیش کیا ہے

نثار احمد ملک

تنظیم اسلامی پاکستان اپنی عمر کے بیس سال مکمل کرنے کے بعد اکیسویں سال میں داخل ہو گئی ہے' جس کی علامت کے طور پر اس نے ۲۰ اکتوبر تا ۲۲ اکتوبر اپنا سالانہ اجتماع منعقد کیا ہے۔ یہ بات کسی مزید وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ تحریکوں اور جماعتوں کی زندگیوں میں اس نوعیت کے اجتماعات کی اہمیت کیا ہوتی ہے۔ انہی اجتماعات سے ہم سفر' نئے ولولے اور امنگیں لے کر جاتے ہیں' نیز قافلے کے نئے ہم رکاب پرانے ساتھیوں سے ملتے ہیں' اس طرح وسیع پیمانے پر ایک تعارف کے حصول کا موقع بھی فراہم ہو پاتا ہے۔

تنظیم اسلامی کا حالیہ سالانہ اجتماع کئی اعتبارات سے خصوصی اہمیت کا حامل تھا۔ تنظیم اسلامی کی بیس سالہ زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے اپنا یہ اجتماع بند کمروں' ہالوں اور مسجدوں سے نکال کر کھلے میدان میں منعقد کیا ہے۔ پھر اجتماع کے لئے کھلے میدان کے انتخاب میں مینار پاکستان جیسے وسیع و عریض پارک کو چنا گیا' جس کی تاریخی و سیاسی اہمیت اپنی جگہ' لیکن اتنے بڑے میدان کا انتخاب خود تنظیم اسلامی کے لئے ایک چیلنج کا درجہ رکھتا تھا۔ تنظیم اسلامی کے مذکورہ سالانہ اجتماع کی اہمیت کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ اس اجتماع کے ساتھ ایک انتہائی اہم عمومی نوعیت کا پروگرام بھی رکھا گیا تھا۔ یہ عمومی پروگرام پہلی "عالمی احیائے خلافت کانفرنس" کا انعقاد تھا۔ ہمارے اس اجتماع کے خصوصی اور عمومی پروگرام کس حد تک کامیاب ہوئے اس کا جائزہ ذیل کی سطور میں لیا جائے گا۔

اجتماع کا افتتاح: تنظیم اسلامی کے بیسویں سالانہ اجتماع کا باقاعدہ آغاز امیر تنظیم اسلامی کے خطبہ جمعہ سے ہوا جو اپنے مقررہ وقت یعنی ساڑھے گیارہ بجے شروع ہو گیا۔ قبل ازیں قاری مجیب الرحمٰن کو تلاوت قرآن کے لئے سٹیج پر بلایا گیا جنہوں نے اپنی عمدہ قراءت سے دس منٹ تک سننے والوں کو مسحور رکھا۔ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے سٹیج پر نائب امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر عبدالخالق اعلان کر رہے تھے کہ حضرات جو لوگ اپنی گھڑیوں پر وقت درست کرنا چاہیں' کر لیں' اس وقت ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے ہیں' ہم اپنی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے تقریر کا آغاز کر رہے ہیں"۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو دعوت خطاب دی۔

امیر تنظیم اسلامی کا خطاب جمعہ

امیر تنظیم اسلامی کے خطبہ کا موضوع تھا "پاکستان کا مستقبل نظام خلافت کا نقطہ آغاز یا نئے یہودی استعمار کا آلہ کار" انہوں نے موضوع کی مناسبت سے سورۃ الصف کی آیت نمبر ۸ اور ۹' اور سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۳۲ اور ۳۳ کی تلاوت کی۔

امیر محترم نے اپنے خطاب کے ابتدائی حصے میں حکمت قرآنی کے اصول و مبادیات کے حوالے سے قرآن حکیم میں مضامین کی تکرار کی حکمت اور غرض و غایت پر روشنی ڈالی۔ پھر اسی حوالے سے واضح کیا کہ مذکورہ بالا آیات میں جو ایک ہی مضمون باعادہ و تکرار آیا ہے' اس کا پس منظر کیا ہے' نیز ان کی آیات کا نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت سے کیا تعلق ہے؟

امیر محترم بیان کر رہے تھے کہ حق و باطل کی کشمکش کا آغاز تخلیق آدم سے ہوا جو قیامت تک جاری رہے گا۔ حق و باطل میں یہ جنگ زیادہ تر "سرد جنگ" کی صورت میں رہی ہے جبکہ کئی مواقع ایسے بھی آئے کہ اس نے "گرم جنگ" کی شکل بھی اختیار کر لی۔ اگرچہ اس جنگ کے فریق بدلتے رہے ہیں۔ تاہم اس وقت اس جنگ کا اہم فریق "یہود" ہے۔ مذکورہ بالا آیات کا سیاق و سباق اس حقیقت کو آشکارا کرتا ہے کہ نور خدا کو بجھانے کی کوشش میں سرگرداں فریق "یہود" ہی ہے۔

امیر تنظیم نے اپنے خطاب میں یہود کی تاریخ کے تین ادوار کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہود ایک نسلی مذہب کے حامل ہیں۔ ان سب کا تعلق ایک مذہبی گروہ سے ہے جبکہ اس کے بالکل برعکس امت محمد "ملٹی نیشنل" امت ہے۔ یہ امت تاریخ کے مختلف ادوار میں زوال سے دوچار ہوتی رہی لیکن یہ کبھی ختم نہیں ہو سکتی' اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ آخر المرسلین ہیں اور یہ امت آخر الامم ہے۔

امیر تنظیم اسلامی تاریخ مجددین کا ذکر کرتے

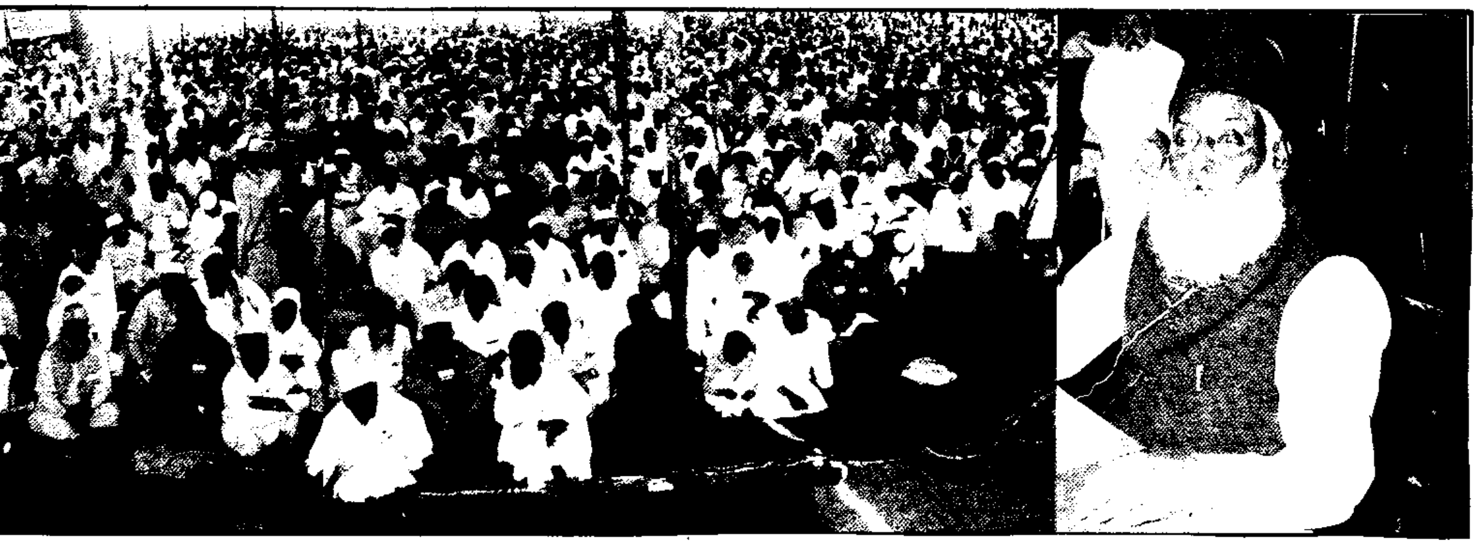

مینار پاکستان کے زیر سایہ کھلے میدان میں تنظیم اسلامی کے بیسویں سالانہ اجتماع کے افتتاحی اجلاس میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب قبل از نماز جمعہ کا ایک منظر ---- سامعین ہمہ تن گوش ہیں۔

ہوئے فرما رہے تھے کہ اس امت کو زوال سے نکالنے کے لئے ہر دور میں مجددین کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا۔ گویا امت محمدیہ کا تسلسل قیامت تک برقرار رکھنے کے لئے دو طرح کی حفاظت کا بندوبست کیا گیا۔ ایک سلسلہ مجددین کا اجرا اور دوسرا ایک ایسی حق پرست جماعت کی موجودگی' جو ظلمت میں چراغ سحر کا کام دے۔ امیر محترم فرما رہے تھے کہ حق و باطل کے آخری معرکہ میں' جس کا بالفعل آغاز ہو چکا ہے' افغانستان اور پاکستان کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہو گا۔

حق و باطل کا پس منظر : محترم ڈاکٹر صاحب فرما رہے تھے کہ حق و باطل کا ایک پس منظر بعید اور غیبی ہے۔ اس غیبی پس منظر کا تعلق تخلیق آدم اور ابلیس کی سرتابی سے ہے۔ قرآن حکیم نے اس واقعہ کو سات مرتبہ مختلف اسالیب کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ابلیس درحقیقت باطل قوتوں کا نمائندہ ہے' وہ پردۂ غیب میں ہے جبکہ اس کی ذریت معنوی انسانوں میں سے ہے' جو منظر عام پر حق کے ساتھ نبرد آزما ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ابلیسی قوت کے اس زمین پر سب سے بڑے ایجنٹ یہود ہیں۔ چونکہ نبی اکرم ؐ کی آمد کے بعد اس سابقہ امت یعنی یہود کو اللہ نے منصب امامت سے ہٹا کر امت محمد کو اس مقام پر فائز کر دیا تھا لہٰذا اس ہٹائے جانے سے ان کے اندر حسد' تکبر اور انتقام کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ابلیس کو قیامت تک کے لئے چھوٹ دے رکھی ہے اسی طرح اس سابقہ امت کو بھی جو آج روئے ارضی پر ابلیس کی حقیقی نمائندہ ہے' خلاف قاعدہ اور خلاف معمول دنیا میں فوری عذاب استیصال سے دوچار کرنے کی بجائے خصوصی مہلت دی ہے۔ حالانکہ اللہ کے رسول عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلانے کی پاداش میں وہ دنیا میں عذاب ہلاکت کے مستحق ہو چکے تھے۔ امیر محترم اس موقع پر فرما رہے تھے کہ اس پس منظر کو اگر سامنے رکھا جائے تو رفع مسیح اور نزول مسیح کا علمی مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے' اس لئے کہ حضرت مسیح کا آسمانوں پر اٹھایا جانا بھی تو خلاف معمول معاملہ تھا۔ وہی دوبارہ نازل ہو کر یہود یعنی بنی اسرائیل کو ان کے آخری انجام سے دوچار کریں گے۔

یہودی سازش کا پس منظر : امیر محترم اس امت کے خلاف یہودی سازشوں کو بے نقاب کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ "الفتنہ الکبریٰ" اس کا آغاز تھا۔ اس کے بعد انہوں نے براستہ اسپین مسیحی دنیا میں فکری و جنسی آوارگی کے نعرے کے ساتھ نقب لگائی۔ اس وقت رفتہ رفتہ یہود نے سود کے آلہ کو استعمال کر کے پہلے پورے یورپ کو اور پھر امریکہ کو بھی معاشی طور پر فتح کر لیا ہے' اور صورت یہ ہے کہ "فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے!"۔

یہود کے عزائم : یہود کے آئندہ عزائم کا ذکر کرتے ہوئے امیر تنظیم نے بتایا کہ عرب ممالک سمیت پوری دنیا کا مالیاتی کنٹرول حاصل کرنا ان کی اولین ترجیح ہے۔ ان کا دوسرا عزم یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ کو منہدم کیا جائے اور ہیکل سلیمانی کو دوبارہ تعمیر کیا جائے۔ نیز مذہبی یہودی اس پر تلے ہوئے ہیں کہ گریٹر اسرائیل بہرصورت قائم ہو۔ امیر محترم نے بتایا کہ یہودیت کا نیا ٹارگٹ دنیائے مشرق ہے۔

دوسرا ہزار سال اور صنم خانہ ہند : امیر محترم نے فرمایا کہ امت مسلمہ کی تاسیس کے دوسرے ہزار سال کے ساتھ ہی امت مسلمہ کی فکری قیادت و رہنمائی کا مقام صنم خانہ ہند کو حاصل ہو چکا ہے۔ اس کے مظاہر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام دنیا کے مقبوضہ علاقوں میں تحریک ہائے آزادی قومی و نسلی بنیادوں پر تھیں لیکن تحریک پاکستان واحد مثال ہے کہ جہاں اسلام کے نام پر تحریک چلائی گئی۔ پھر دوسرا مظہر قیام پاکستان ہے' جو معجزے سے کم نہیں ہے!!۔ تیسرا مظہر یہ ہے کہ خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے خلاف تحریک اسی خطہ سے شروع ہوئی۔ چوتھا مظہر قرارداد پاکستان کا بیسویں صدی کے سیکولر دور میں پاس ہو جانا ہے۔ پانچواں مظہر وفاقی شرعی عدالت کا سود کے خلاف تاریخ ساز فیصلہ ہے۔

ان شواہد کے بیان کے بعد امیر محترم نے فرمایا کہ پاکستان میں سیکولرزم اور اسلام کی جو کشمکش اول روز سے جاری تھی' اس میں پاکستان اس فیصلہ کن دوراہے کو چھوڑ آیا ہے اور ہم ایک غلط موڑ مڑ چکے ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ یہودی استعمار کے خلاف کھلی جنگ کا اعلان کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ جنگ کسی قوم یا ملک کے خلاف' کسی فرد کے خلاف نہیں ہوگی بلکہ ہماری یہ جنگ نئے عالمی استعمار کے خلاف ہوگی۔

پاکستان کے خلاف استعمار کی پالیسی : نئے عالمی استعمار نے پاکستان کے خلاف ایک ہاتھ میں چھری رکھی جائے اور دوسرے میں گاجر والی پالیسی اپنا رکھی ہے۔ چنانچہ پہلے ایف سولہ سمیت تمام قرضے بند کر دیئے لیکن اب براؤن ترمیم کے ذریعے پھر کچھ مہربان ہوا۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ "براؤن ترمیم" کسی بہت بڑی سودے بازی کا نتیجہ ہے! پاکستان میں شیعہ سنی فسادات بھی استعمار کی پالیسی کا ہی مظہر ہیں۔

تنظیم اسلامی کے بیسویں سالانہ اجتماع کے موقع پر عالمی احیائے خلافت کانفرنس کے پہلے دن کے مقررین : (دائیں سے بائیں) مولانا گوہر الرحمان صاحب (مردان)، جناب

کشمیر پر تیسرے آپشن کی بات بھی پاکستان کے خلاف استعمار کی پالیسی کا حصہ ہے۔ نیز افواج پاکستان سے دینی اذہان کی تطہیر کا عمل بھی اسی پالیسی کا شاہکار ہے۔ یہ استعمار چاہتا ہے کہ پاکستان کے ایران اور چین سے فاصلے مزید بڑھ جائیں۔ اس کی پوری کوشش ہے کہ پاکستان' افغانستان میں امریکی پالیسی کی تائید کرے۔ اسرائیل کو تسلیم کرانا بھی یہودی استعمار کی پالیسی کا حصہ ہے۔

اس موقع پر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ خواہ عربوں سمیت پوری مسلم دنیا اسرائیل کو تسلیم کر لے تب بھی پاکستان نہیں کرے گا۔ اگر حکومت کر بھی لے گی تو عوام کبھی اس فیصلے کی تائید نہیں کریں گے۔ امیر محترم نے زور دے کر کہا کہ پاکستان' افغانستان' ایران اور ترکستان پر مشتمل ایک مضبوط مسلم بلاک تشکیل دے کر استعمار کی پالیسوں کو ناکام بنایا جائے۔ نیز چین اور بھارت کے ساتھ دوستانہ تعلقات جو ابتداً تجارتی بنیادوں پر ہوں' قائم کئے جائیں اور حالات کو نارمل بنانے کی کوشش کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ افواج پاکستان سے دینی عناصر کا اخراج ایک سازش ہے جو ہرگز ملک و ملت کے مفاد میں نہیں ہے۔

امیر محترم نے اپنے خطاب میں مسئلہ کشمیر پر ایک قابل عمل فارمولا بھی پیش کیا' جس کی تفصیلات ان کے اس بیان میں موجود ہیں جو انہوں نے بعد میں پریس کانفرنس کے لئے تحریر فرمایا تھا۔ یہ بیان "ندائے خلافت" کے اسی شمارے میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

امیر محترم نے اپنے خطاب کے اختتام میں فرمایا کہ ہماری قیادت امریکہ کے اشاروں پر ناچ رہی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ پاکستان میں بڑے عوامی لیڈر صرف تین ہیں: بے نظیر' نواز شریف' الطاف حسین۔ انہوں نے کہا کہ یہ تینوں ہی پورے طور پر نئے عالمی استعمار کے زیر اثر ہیں۔ بے نظیر بھٹو باپ کے انجام سے سبق سیکھ چکی ہے لہٰذا مغربی استعمار کے اشاروں پر ناچ رہی ہے۔ نواز شریف کی پالیسیاں بے نظیر سے بھی بدتر رہی ہیں۔ اس موقع پر امیر تنظیم نے امریکہ میں شہباز شریف کی ایک حالیہ تقریر کا حوالہ بھی دیا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ پاکستان میں معاشی حالات ہم ہی (یعنی نواز شریف حکومت) بہتر بنا سکتے ہیں اور اگر ہمیں برسراقتدار آنے کا موقع نہ ملا تو مسلم فنڈامنٹلزم غالب آجائے گا۔!!!

الطاف حسین کا ذکر کرتے ہوئے امیر تنظیم نے ان سے اپنی حالیہ ملاقات کے حوالے سے بتایا کہ ایم کیو ایم کے قائد بھی باہر سے کسی مدد کے منتظر ہیں' ان کی تمام تر امیدیں بھی امریکہ اور اس کے تابع استعماری قوتوں سے وابستہ ہیں۔ امیر محترم نے خطبہ ختم کرتے ہوئے کہا کہ نئے عالمی استعمار کو روکنے کے لئے ایک زوردار عوامی تحریک کی ضرورت ہے۔ اس تحریک میں ایسے لوگ شامل ہوں جن کا اسلام پر گہرا یقین ہو۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو عالمی نظام خلافت کے قیام کے لئے بہت اہم کردار ادا کرنا ہے!!

دوسری نشست : جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے کہ تنظیم اسلامی کے بیسویں سالانہ اجتماع کا افتتاح امیر تنظیم کے خطبہ جمعہ سے ہوا۔ لیکن خطبہ جمعہ کا پروگرام عمومی نوعیت کا تھا۔ تنظیم اسلامی کے رفقاء کے لئے پہلا پروگرام ۲۰ اکتوبر کو بعد از نماز عصر شروع ہوا۔ اس نشست کا آغاز ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان و ناظم اجتماع جناب عبدالرزاق صاحب کو تمہیدی کلمات سے ہوا' جس میں انہوں نے اجتماع میں شریک ہونے والے رفقاء و احباب کو خوش آمدید کہا۔

اس نشست میں تنظیم اسلامی کے سینئر رفیق جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کا خطاب بعنوان "تنظیم اسلامی کا انجمن خدام القرآن و تحریک خلافت سے ربط" شامل تھا۔ اگرچہ وقت کی کمی کے باعث ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کی گفتگو کا موضوع کسی قدر تشنہ رہا تاہم اختصار کے ساتھ انہوں نے تینوں اداروں کا پس منظر' مقاصد' دائرہ کار' ہیئت تنظیمی اور باہمی تعلق اچھی طرح واضح کر دیا۔

پہلی عالمی احیائے خلافت کانفرنس' پہلا روز

جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا گیا ہے کہ تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع اس اعتبار سے خصوصی اہمیت کا حامل تھا کہ اس کے ساتھ دو روزہ "پہلی عالمی احیائے خلافت کانفرنس" کا انعقاد بھی ہوا۔ ۲۰ اکتوبر کو اس کانفرنس کا پہلا روز تھا۔

بعد از نماز عشاء احیائے خلافت کانفرنس کا آغاز اپنے مقررہ وقت پر ہو گیا۔ ابھی لوگ ٹولیوں کی شکل میں پنڈال میں داخل ہو رہے تھے لیکن کسی کا انتظار کئے بغیر کانفرنس کا آغاز حسب معمول تلاوت کلام پاک سے کیا گیا۔ تنظیم اسلامی کے نائب امیر جناب ڈاکٹر عبدالخالق نے جو سٹیج سیکرٹری کے فرائض بھی سرانجام دے رہے تھے' سب سے پہلے تحریک اسلامی پاکستان کے مرکزی رہنما جناب حکیم سروسہارنپوری کو دعوت خطاب دی۔

حکیم سروسہارنپوری : جناب سروسہارنپوری صاحب نے خود ہی اپنی تقریر کا موضوع "نظام خلافت کا احیاء اور وجود" متعین کیا۔ وہ اپنے خطبہ کے آغاز میں فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی تکوینی حاکمیت اس کائنات کے ایک ایک ذرے پر جاری و ساری ہے۔ اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے ایک ایسی مخلوق کا آغاز کیا کہ جو نہ صرف مخلوق ہے بلکہ اس کی "نائب" بھی ہے۔ نائب کے لئے ضروری ہے کہ جس کا نائب ہے اس کی مرضی کے مطابق کام کرے۔ نائب کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے مقرر کردہ دائرہ کار میں رہ کر کام کرے' نیز اس کو یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ

سروسہارنپوری (راولپنڈی)' مولانا خورشید احمد گنگوہی (لاہور)' جناب ڈاکٹر مصطفیٰ اچکزوید (ترکی)' جناب نصیرادین محمود (شکاگو)' جناب اسرار حیدر خان (نیویارک)

اس کے ذمہ جو کام لگایا گیا ہے' اسے اس کی جواب دہی بھی کرنی ہے۔

محترم سروسہارنپوری خلافت کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں انسان بنا رہا ہوں یا مخلوق بنا رہا ہوں بلکہ یہ کہا تھا کہ خلیفہ بنا رہا ہوں۔ گویا اس لفظ میں یہ حقیقت مضمر ہے کہ یہ خلیفہ ایک بااختیار مخلوق ہو گی۔ نیز اس کو ایک ضابطہ دیا جائے گا جس کے اندر رہ کر اسے اپنے اختیارات کو استعمال کرنا ہو گا۔ گویا اللہ کی تشریعی حاکمیت کو تسلیم کرنے کا اس سے تقاضا کیا جا رہا ہے۔

حکیم سروسہارنپوری نے ختم نبوت کے ساتھ خلافت کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر آنے والے نبی اور رسول نے اپنے سے پہلے کی تصدیق کی اور بعد میں آنے والے کی بشارت دی۔ یہ بات ہمیں تاریخ انبیاء میں سورج کی طرح روشن ملتی ہے' لیکن ہم سلسلہ انبیاء میں یہ بات بھی دیکھتے ہیں کہ ایک آنے والا آتا ہے جو اپنے سے پہلوں کی تصدیق تو کرتا ہے لیکن کسی کی بشارت نہیں دیتا۔ گویا کہ اس آنے والے نے کہا کہ میں آگیا ہوں لیکن نہ جانے کے لئے آیا ہوں!! یعنی میری رسالت کا دور قیامت تک جاری رہے گا۔ اب یہ سلسلہ انبیاء کے ختم ہو جانے کے بعد امت کے لئے قیامت تک کے لئے خلافت کو جاری کر دیا گیا ہے۔ گویا نبوت ختم ہوئی اور خلافت جاری ہو گئی۔ یہ خلافت ابن آدم کی میراث ہے۔

محمد اسرار حیدر خان' نیویارک : نیویارک' امریکہ سے تنظیم اسلامی کے نوجوان رفیق جناب اسرار حیدر خان ہمارے اگلے مقرر تھے۔ اسرار حیدر خان امریکہ میں کاروبار کرتے ہیں اور تعلیم کے اعتبار سے انجینئر ہیں۔ الحمدللہ کہ اب ایک سال کے لئے کاروبار اپنے ملازمین کے حوالے کر کے قرآن کالج میں ایک سالہ "رجوع الی القرآن" کورس میں عربی زبان سیکھنے اور قرآن کا فہم حاصل کرنے کی غرض سے داخلہ لے چکے ہیں۔ جناب اسرار حیدر خان نے اپنے مختصر خطاب میں فرمایا کہ خلافت کی دعوت اس وقت تک بار آور ثابت نہ ہو گی جب تک یہ دعوت دینے والے اپنی ذات اور اپنے وجود پر اللہ کی خلافت کو نافذ نہ کریں۔ انہوں نے مغربی استعمار کی سازشوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ لوگ جو حصول معاش کے لئے دیار مغرب میں مقیم ہیں انہیں چاہئے کہ وہیں رہ کر اس جدید عالمی استعمار کے منہ پر طمانچہ رسید کریں۔

سید نصیر الدین محمود' شکاگو : ہمارے اگلے مقرر شکاگو' امریکہ سے ایک سالہ کورس کے لئے آئے ہوئے ہمارے رفیق جناب سید نصیر الدین محمود تھے۔ سید نصیر الدین محمود نے اپنے مختصر خطاب میں فرمایا کہ پاکستان کے لوگ دین کے لئے بہت زیادہ جذبہ رکھتے ہیں نیز یہاں دین کا کام کرنے کے مواقع دیار مغرب سے کہیں زیادہ ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس جدوجہد کو تیز سے تیز تر کیا جائے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اچکزوید' ترکی : ہمارے اگلے مہمان مقرر جناب ڈاکٹر مصطفیٰ اچکزوید تھے' جن کا تعلق ترکی سے ہے۔ جناب اچکزوید کی عمر ۳۲ سال ہے اور ایجوکیشن اور فلسفہ میں ماسٹر کرنے کے علاوہ فلسفہ میں پی ایچ ڈی ہیں۔ نیز دینی تعلیم کے حصول کے لئے بھی چھ سال لگائے ہیں۔ ایک اہم بات یہ کہ ڈاکٹر مصطفیٰ اچکزوید باقاعدہ تنظیم اسلامی میں شامل ہو چکے ہیں۔

جناب ڈاکٹر مصطفیٰ اچکزوید صاحب نے انگریزی میں تقریر کی لیکن ان کا غیر مانوس لہجہ سمجھنے میں سامعین کو خاصی دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ گویا ان پر یہ مصرعہ صد فی صد درست بیٹھتا ہے کہ "زبان یار من ترکی' و من ترکی نہ می دانم"۔ ان کے خطاب کے بعد امیر محترم نے ان کے خطاب کا خلاصہ اردو میں بیان کیا۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اچکزوید نے خلافت عثمانیہ کے دور کے ترکی اور موجودہ سیکولر ترکی کا موازنہ کرتے ہوئے بتایا کہ سلطان اعظم کو اطلاع ملی کہ فرانس میں کسی مقام پر عریاں رقص کیا جاتا ہے۔ سلطان اعظم نے پیغام بھجوایا کہ یہ ڈانس فوراً بند کر دیا جائے ورنہ ہم آ رہے ہیں!! خلافت کا دبدبہ اتنا تھا کہ اس انتباہ پر فرانس نے وہ ڈانس بند کر دیئے۔ جبکہ ادارہ خلافت کے ٹوٹنے کے بعد موجودہ ترکی کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی عزت کا دھیلا کر کے یورپی برادری میں شمولیت کے لئے اقوام یورپ کی خوشامدیں کر رہا ہے لیکن یورپی اقوام اسے گھاس ڈالنے کو تیار نہیں ہیں!!!

جناب ڈاکٹر مصطفیٰ اچکزوید نے انکشاف کیا کہ موجودہ لادین ترکی مسلمان ممالک میں سے پہلا ملک ہے کہ جس نے سب سے پہلے اسرائیل کو تسلیم کیا جبکہ ایک اسلامی ملک الجزائر کو سب سے آخر میں تسلیم کیا۔

مولانا خورشید احمد گنگوہی' لاہور : "عالمی احیائے خلافت کانفرنس" کے اگلے مقرر مولانا خورشید احمد گنگوہی تھے' جو اپنے طور پر احیائے خلافت کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ انہوں نے خلافت کے ادارے کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تم پر جائز نہیں ہے کہ ایک رات بھی خلیفہ کے بغیر بسر ہو۔ انہوں نے کہا کہ خلافت کا ادارہ ٹوٹ گیا لیکن اس ادارے کی بحالی کے لئے جدوجہد کرنے والی تحریکیں کسی دور میں نہیں ٹوٹیں' بلکہ ان کا تسلسل قائم رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کے برعکس کمیونزم کے خاتمہ کے بعد پوری دنیا میں اس کی بحالی کے لئے کوئی تحریک نہیں چلی۔ مولانا گنگوہی فرما رہے تھے کہ احیائے خلافت سے پہلے

عالمی احیائے خلافت کانفرنس کے دوسرے دن کے مقررین : (دائیں سے بائیں) امام جمیل الامین (اٹلانٹا۔ امریکہ)، امام عیسیٰ عبدالکریم (نیویارک)، جناب رشید احمد صدیقی (لندن)، ڈاکٹر معظم علی علوی (لاہور)

احیائے امت ضروری ہے۔ اس وقت "امت" کا تصور قوموں اور قومیتوں میں تحلیل ہو گیا ہے۔ وہ فرما رہے تھے کہ آج ضرورت خانقاہوں اور مدارس کی نہیں ہے بلکہ خلافت کے قیام کی ہے کہ جس کے بغیر ہمارا کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

مولانا گوہر رحمان، مردان : حضرت مولانا گوہر رحمان مدظلہ کا تعلق جماعت اسلامی سے ہے۔ وہ ایک طویل عرصہ تک جماعت اسلامی سرحد کے امیر رہے۔ وہ ایک سکہ بند عالم دین ہونے کے علاوہ بہت بڑے مجاہد بھی ہیں۔ اقامت دین کی خاطر جماعت اسلامی میں ان کی شمولیت ظاہر کرتی ہے کہ وہ علماء کے روائتی طبقے سے مختلف ہیں۔ پہلی عالمی احیائے خلافت کانفرنس میں ان کی شمولیت ہمارے لئے اعزاز سے کم نہیں ہے۔

مولانا گوہر رحمان صاحب نے خلافت کے معانی و مفہوم کو فنی انداز میں متعین کرنے کے بعد فرمایا کہ اس خلافت کی ذمہ داری جس امت پر ہے، اس امت کی بنیاد بین الاقوامی نظریئے پر ہے، اور اس بین الاقوامی نظریئے کی بنیادیں توحید، رسالت اور معاد ہیں۔ مولانا مدظلہ فرما رہے تھے کہ نظام خلافت چار بنیادی اصولوں پر مبنی ہے۔ پہلا اصول یہ ہے کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اس حاکمیت میں نہ عوام شریک ہیں نہ کوئی فرد واحد شریک ہے اور نہ ہی کوئی مذہبی گروہ شریک ہے۔ مغربی جمہوریت جو حقیقت میں "حیوانی جمہوریت" ہے، یہ بھی خلافت کا متبادل نہیں ہے۔ نظام خلافت کا دوسرا اصول یہ ہے کہ سپریم لاء قرآن و سنت ہو گا۔ تیسرا اصول یہ ہے کہ خلیفہ مسلمانوں کا معتمد علیہ ہو گا۔ گویا شورائیت نظام خلافت کا بنیادی اصول ہے۔ چوتھا اصول آزاد عدلیہ ہے۔ یہ عدلیہ امیر و مامور کے درمیان ہونے والے جھگڑوں کو بھی طے کرائے گی۔ مولانا گوہر رحمان صاحب نے اپنے خطاب کے اختتام پر اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے کہ "یہ نظام کیسے نافذ کیا جائے" فرمایا کہ یہ نظام تب قائم ہو گا جب لوگوں کے اندر اس نظام کے لئے تڑپ پیدا ہو جائے گی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تڑپ کیسے پیدا کی جائے؟ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ یہ تڑپ دعوت کے ذریعے پیدا کی جائے گی۔ نظام خلافت کے قیام کے مختلف طریقوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے وہ فرما رہے تھے کہ اگرچہ معاشرہ بگڑا ہوا ہے لیکن پھر بھی مسلح تصادم مفید ہونے کی بجائے مضر ثابت ہو گا۔ تاہم یہ چیز بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے، حرام نہیں ہے۔ ایک دوسرا طریقہ انتخابات بھی ہے لیکن مولانا گوہر رحمان نے کہا کہ لوگ انتخابات سے بھی مایوس ہو چکے ہیں۔ تیسرا طریقہ بعض لوگ یہ تجویز کرتے ہیں کہ کسی فوجی انقلاب کے ذریعے نظام اسلام نافذ ہو جائے۔ اس کے بارے میں ان کی رائے یہ ہے کہ ایک فوجی آئے گا تو دوسرا اسے ہٹانے کے لئے بھی تیار بیٹھا ہو گا!! ان کا کہنا تھا کہ اب طریقہ صرف ایک رہ جاتا ہے اور وہ دعوت کا ہے۔ جس تناسب سے دعوت کا کام تیز ہو گا اسی تناسب سے خلافت کے قریب آتے جاؤ گے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس طرح تصادم کا خطرہ مول لئے بغیر بھی نظام خلافت قائم کیا جا سکتا ہے!!!

داعی تحریک خلافت کا صدارتی خطبہ : مولانا گوہر رحمان کے خطاب کے بعد امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان جناب ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے "خلافت کی حقیقت اور اس کا ماضی، حال و مستقبل" جیسے علمی موضوع پر مفصل خطبہ ارشاد فرمایا۔ داعی تحریک خلافت اپنے موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ خلافت کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں بے شمار اشکالات اور الجھاؤ موجود ہیں۔ ایک طبقہ اس دور کو بھی عین خلافت سمجھتا ہے جب کہ خلافت کے پردے میں بدترین ملوکیت کا سکہ رواں ہے۔ اس کے برعکس ایک دوسرا طبقہ یہ گمان رکھتا ہے کہ آج بھی خلافت کا نظام بعینہ نظام خلافت راشدہ کی مانند ہو گا۔ داعی تحریک نے فرمایا کہ بعض عوامل کے پیش نظر جن میں سائنسی و عمرانی علوم کا ارتقاء بھی شامل ہے، اب ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔

داعی تحریک خلافت، نظام خلافت کے سیاسی تصور کو واضح کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ سیاست دراصل نیابت ہے بمقابلہ حاکمیت کے۔ شخصی حاکمیت کی مثال فرعون ہے اور شخصی نیابت کی مثال داؤدؑ اور سلیمانؑ ہیں۔ اسی طرح عوامی حاکمیت بھی شرک ہے جبکہ اس کے مقابلے پر اجتماعی نیابت کا تصور ہے۔ اسی اجتماعی نیابت کا نظارہ دنیا نے نظام خلافت راشدہ کے دور میں کیا تھا۔

داعی تحریک نے فرمایا کہ جب تک نبوت کا سلسلہ جاری تھا خلافت شخصی تھی، اس لئے کہ نبی کا براہ راست رابطہ اللہ سے ہوتا ہے۔ اب جو خلافت قائم ہو گی وہ شخصی نہیں، اجتماعی ہو گی اور "علی منہاج النبوہ" ہو گی۔

داعی تحریک نظام خلافت کے اوصاف و خصائص بیان کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ حریت، آزادی تنقید و اظہار رائے، محاسبہ کا حق، بیت المال کا مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت ہونا اور قانونی و معاشرتی مساوات جیسی اعلیٰ اقدار نظام خلافت کا طرۂ امتیاز ہیں۔

داعی تحریک نے تاریخ کے اس تلخ باب کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ خلافت جب ملوکیت میں بدلی تو اس کے نتیجے میں امت کو ایسے چرکے لگے کہ جن کے داغ اب تک موجود ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ واقعہ کربلا جیسا اندوہناک سانحہ، حرم مکی ومدنی کی بے حرمتی،

مولانا راحت گل (پشاور)' مولانا حضرت گل (صوابی)' ڈاکٹر عامر عزیز (لاہور)' ڈاکٹر خالد بیگ (نیو جرسی - امریکہ)' جناب غلام محمد سومرو (سکھر)' جناب رحمت اللہ بٹر (فیصل آباد) اور سٹیج سیکرٹری جناب ڈاکٹر عبدالخ

سینکڑوں تابعین کا قتل اور محمد بن قاسم کی شہادت جیسے زخم ملوکیت کے دور میں ہی امت مسلمہ کے جسد ملی کو لگائے گئے جو ابھی تک ہرے ہیں۔

داعی تحریک نے خلافت کے مستقبل پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ قیام قیامت سے قبل عالمی سطح پر خلافت کا نفاذ ہو کر رہے گا۔ اس موقع پر داعی تحریک نے بہت سی احادیث کا حوالہ بھی دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ چار سو سالہ تجدیدی مساعی اور احادیث مبارکہ کو اگر ملا کر دیکھا جائے تو اندازہ یہی ہوتا ہے کہ عالمی نظام خلافت کے قیام کا نقطہ آغاز افغانستان یا پاکستان کی سرزمین ہی بنے گی۔

۲۱/اکتوبر' سالانہ اجتماع کا دوسرا دن

۲۱ اکتوبر تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کا دوسرا دن تھا۔ نماز فجر کے بعد تنظیم اسلامی ملتان شمالی کے امیر جناب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی کے درس قرآن سے اس دن کے پروگرام کا آغاز ہوا۔ درس قرآن کے بعد ساڑھے آٹھ بجے تک ناشتہ اور دوسری ضروریات کے لئے وقفہ تھا۔

صبح کی نشست : تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کی اس پہلی باقاعدہ نشست کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تنظیم اسلامی کے رفیق جناب قاری مقبول احمد کے حصہ میں یہ سعادت آئی۔ اس کے بعد پروگرام کے مطابق تنظیم اسلامی کی سالانہ مرکزی رپورٹ پیش کی گئی۔ اس رپورٹ کی طبع شدہ کاپیاں تمام رفقاء و احباب میں پہلے سے تقسیم کر دی گئی تھیں۔ سب سے پہلے نائب امیر تنظیم جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے مرکزی شعبوں کی کارکردگی کے حوالے سے رپورٹ کا متعلقہ حصہ رفقاء کو پڑھ کر سنایا۔

اس کے بعد تنظیم اسلامی پاکستان کے مختلف حلقوں کی کارکردگی پر مشتمل رپورٹ ناظم اعلیٰ جناب عبدالرزاق صاحب نے پڑھ کر سنائی۔ نظام تربیت و نظام مالیات سے متعلق حصہ مرکزی ناظم تربیت اور سابق مرکزی ناظم بیت المال جناب چودھری رحمت اللہ بٹر نے پڑھ کر سنایا۔

تنظیم اسلامی بیرون پاکستان کی رپورٹ جو ناظم اعلیٰ بیرون پاکستان جناب سراج الحق سید نے مرتب کی تھی' نائب ناظم اعلیٰ بیرون پاکستان جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے پیش کی۔ حلقہ خواتین کی سالانہ رپورٹ جس کا ابتدائی خاکہ مرکزی دفتر حلقہ خواتین نے تیار کیا تھا' اسے مرتب صورت میں پڑھ کر سنانے کی ذمہ داری جناب حافظ سعید صاحب کے حصے میں آئی۔

۲۱ اکتوبر کی دوسری نشست : رپورٹوں کے صبر آزما مرحلے سے بخیر و خوبی گزرنے کے بعد تقریباً آدھ گھنٹہ کا وقفہ ہوا۔ وقفہ کے بعد تنظیم اسلامی جنوبی پنجاب کے ناظم جناب انجینئر مختار حسین فاروقی کا خطاب بعنوان "تنظیم اسلامی اور ہم عصر تحریکیں" تھا۔ محترم فاروقی صاحب عہد حاضر کی مختلف تحریکوں کے افکار' تاریخی پس منظر' مقاصد' تنظیمی ہیئت اور طریق کار پر گفتگو کر رہے تھے۔ انہوں نے ان تحریکوں کو بنیادی طور پر تین اقسام میں تقسیم کیا۔ پہلی قسم میں متصوفانہ افکار و نظریات کی حامل تحریکیں شامل ہیں' جن کے پیش نظر ذاتی اصلاح کا کام ہے' جن کی انجام دہی کے لئے انہوں نے بہت سے ایسے طریقے اجتہاداً اختیار کر لئے ہیں' جن کا قرآن و سنت میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ تصوف کے ان مختلف سلاسل میں صرف سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ ایسا سلسلہ ہے جس کے پیش نظر اجتماعی ہدف بھی ہے۔ اس سلسلے کے زیادہ اثرات افغانستان میں ہیں جبکہ پاکستان میں موجود نقشبندی سلسلے بھی زیادہ تر ذاتی اصلاح پر ہی توجہ مرکوز کئے ہوئے ہیں۔

دوسری قسم میں ایسی تحریکیں ہیں جن کے پیش نظر عبادات کی اصلاح اور سنتوں کا فروغ ہے۔ اس قسم کی تحریکوں کی نمائندہ تبلیغی جماعت ہے۔ اس تحریک کے متعدد مثبت پہلوؤں کے ساتھ ساتھ ایک منفی پہلو یہ ہے کہ قرآن حکیم سے علمی و فکری تعلق سرے سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس سارا زور مولانا زکریا مرحوم کی مرتب شدہ کتاب پر ہے جس کی مرویات زیادہ تر ضعیف ہیں۔ ظاہر ہے کہ دعوت و تبلیغ کا مرکز و محور اگر قرآن ہو تو اس کام کی درجہ بندی اور ترتیب قرآن حکیم کی مقرر کردہ ہو گی۔

تیسری قسم میں فاروقی صاحب نے ان تحریکوں کو شامل کیا کہ جن کے پیش نظر نظام کی تبدیلی ہے۔ بیسویں صدی میں ہندوستان میں ان تحریکوں کا آغاز مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی "حزب اللہ" اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی "جماعت اسلامی" سے ہوا۔ جماعت اسلامی کے پیش نظر اجتماعی اہداف ہیں لیکن قرآن کے ساتھ تعلق ایک فرد واحد کی کتابوں اور تشریحات پر مبنی ہے۔ لہٰذا اس طرح قرآن کا پیغام اپنی پوری جامعیت کے ساتھ سامنے نہیں آتا ہے۔ جماعت کی اس روش کی وجہ سے اس کے اندر فکری افلاس موجود ہے۔ دوسری چیز جو اس کے اہداف کے حصول کے راستے میں رکاوٹ ہے وہ اس کا طریق کار ہے۔ الیکشن کا راستہ اختیار کرنا ایک اجتہادی فیصلہ تھا' جس کو تاریخ نے غلط ثابت کر دیا لہٰذا غلطی کا ادراک ہو جانے کے بعد اس اجتہاد سے رجوع کرنا لازمی تھا' جو نہیں کیا گیا۔

دوسری تحریکوں سے تنظیم اسلامی کا موازنہ کرتے ہوئے محترم فاروقی صاحب نے فرمایا کہ ہماری دعوت کا مرکز و محور قرآن حکیم ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس وقت قرآن کی بنیاد پر کام کرنے والی اور اس بنیاد پر اٹھنے والی روئے ارضی پر اور کوئی تحریک موجود نہیں

ہے۔ تنظیم اسلامی کی اس بنیادی خصوصیت کہ اس کا فکر قرآنی الاصل ہے' کے علاوہ اس کی دوسری امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے جو منہاج اختیار کیا ہے وہ "منہج نبوی" سے مستعار ہے۔

۲۱ اکتوبر کی تیسری نشست : دوسری نشست تقریباً ایک بجے اختتام پذیر ہوئی۔ اس کے بعد نماز ظہر اور کھانے کا وقفہ تھا۔ نماز عصر کے بعد تیسری نشست کا آغاز ہوا۔ اس نشست میں برادرم خالد محمود عباسی' ناظم حلقہ آزاد کشمیر کا خطاب تھا' جس کا عنوان "التزام جماعت و لزوم بیعت" تھا۔ برادرم عباسی نے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ دین کا کام کرنے والے مختلف لوگوں کا مختلف نقطہ نظر ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ انقلاب محض دعوت سے آ جائے گا جبکہ کچھ دوسرے لوگ اقامت دین کی جدوجہد کو تو فرض سمجھتے ہیں لیکن التزام جماعت کے قائل نہیں ہیں۔ التزام جماعت اور لزوم بیعت کی گفتگو کو احادیث نبوی کے حوالے سے واضح کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ امت کا مقصد تاسیس ہی دعوت الی اللہ' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے لہٰذا حضورؐ نے جو فرمایا کہ جس کی گردن میں بیعت کا قلادہ نہیں ہے وہ جہالت کی موت مرا تو اس سے ثابت ہوا کہ امت میں شمولیت بذریعہ بیعت دراصل جہالت سے بچنے کے لئے ہے۔ اگر دین قائم ہی نہیں ہے' اور امت بحیثیت امت یہ کام کر ہی نہیں رہی ہے تو دین قائم کرنے کے لئے یا صحیح تر الفاظ میں "امت" بنانے کے لئے جماعت ضروری ہے۔ اسی لئے اس چھوٹی امت' جو اس بڑی امت کے قیام کے لئے کام کرے' کے بارے میں "اولئک ھم المفلحون" کے الفاظ آئے ہیں۔ گویا ان الفاظ کا مصداق صرف وہ لوگ ہیں جو کسی اجتماعیت میں شامل ہو کر اقامت دین یا احیائے امت کے لئے کام کر رہے ہیں۔

برادرم خالد محمود عباسی اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرما رہے تھے کہ کسی بگڑی ہوئی امت میں کام کرنا بعض اعتبارات سے کافروں میں کام کرنے کی نسبت زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ اجتماعیت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اجتماعیت کا شعور انسان کی سرشت میں ڈال دیا گیا ہے۔ اجتماعیت کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کسی بھی بامقصد کام کے لئے' یہ مقصد خواہ برا ہو یا اچھا' اجتماعیت انتہائی ضروری ہے۔

جناب وارث خان : خالد عباسی کے بعد ہمارے اگلے مقرر تھے جناب وارث خان جو پشاور تنظیم کے امیر بھی ہیں۔ ان کی تقریر کا موضوع تھا : "انقلابی جماعت میں تربیت کی اہمیت" انہوں نے اپنی گفتگو کے آغاز میں تربیت کے دو پہلوؤں کو واضح کیا۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ ایک فکری تربیت ہوتی ہے جبکہ دوسری عملی۔ ان دونوں قسم کی تربیتوں کا اجتماع ہی نتیجہ خیز ہو سکتا ہے۔ جناب وارث خان صاحب فرما رہے تھے کہ ہر کام کے لئے اس کام کی نوعیت کے مطابق تربیت درکار ہوتی ہے۔ انقلاب کے لئے انقلابی طرز کی تربیت ضروری ہوتی ہے۔ جناب وارث خان نے تربیت کے مختلف ذرائع پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اس کے ساتھ ہی اس روز کے ہمارے تنظیمی نوعیت کے پروگرام اختتام پذیر ہوئے۔ نماز مغرب کے بعد عشائیے کے لئے وقفہ تھا' اور نماز عشاء کے بعد عالمی احیاء خلافت کانفرنس کا دوسرا سیشن تھا۔

عالمی احیائے خلافت کانفرنس' دوسرا روز

۲۱ اکتوبر کو پہلی دو روزہ "عالمی احیائے خلافت کانفرنس" کا دوسرا دن تھا۔ نماز عشاء کے بعد تلاوت کلام پاک سے اس روز کی کاروائی کا باقاعدہ آغاز ہوا اور کسی دوسرے مقرر کو دعوت خطاب دینے سے پہلے امیر تنظیم نے خود مائک سنبھالا۔

خطبہ استمضائیہ : امیر محترم نے اپنی گفتگو کو خطبہ استقبالیہ کے قائم مقام قرار دیا اور فرمایا کہ میرے اس خطبے کا تعلق چونکہ میرے ماضی اور میرے موجودہ کام کے پس منظر سے زیادہ ہے لہٰذا اس مناسبت سے اسے شاید خطبہ "استمضائیہ" کہنا زیادہ مناسب ہو گا۔ داعی تحریک نے اپنے ماضی کا حوالہ دیتے ہوئے' اپنے کام کے مختلف گوشوں کا تعارف کرایا۔ انہوں نے انجمن خدام القرآن' تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت پاکستان کے دائرہ ہائے کار اور باہمی ربط و تعلق کو درخت کی تمثیل کے ذریعے واضح کیا' جس کی ایک جڑ ہوتی ہے' ایک تنا ہوتا ہے اور پھر شاخیں ہوتی ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ انجمن خدام القرآن کی حیثیت جڑ کی سی ہے' تنظیم اسلامی اس درخت کا مضبوط تنا ہے اور تحریک خلافت پاکستان کی مثال شاخوں کی سی ہے جو پھیلتی ہیں۔

اسی خطاب میں داعی تحریک نے اعلان کیا کہ آئندہ تنظیم اسلامی کا نام عالمی تنظیم اسلامی ہو گا جس میں دنیا کے کسی بھی خطے کا مسلمان شامل ہو سکے گا۔ انہوں نے واضح کیا کہ تنظیم اسلامی کے نام کے ساتھ مقام کی کوئی قید پہلے بھی نہیں تھی اور تنظیم کے "نظام العمل" میں یہ شق اول روز سے موجود تھی کہ دنیا کے کسی بھی خطے کا مسلمان جسے تنظیم کے مقاصد سے اتفاق ہو وہ تنظیم کا رفیق بن سکتا ہے۔ اب چونکہ متعدد ممالک کے مسلمان تنظیم سے وابستہ ہو چکے ہیں لہٰذا مناسب ہو گا کہ اسے آئندہ عالمی تنظیم اسلامی کا عنوان دیا جائے۔ داعی تحریک نے تنظیم اسلامی' تحریک اسلامی پاکستان اور جماعت اسلامی کے وفاق کے قیام پر مشتمل اپنی تجویز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وفاق کے قیام کی ایک امید اس کانفرنس سے پیدا ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہاں تینوں تحریکوں کی نمائندگی ہوئی ہے۔ امیر تنظیم کا اشارہ جماعت اسلامی کے مولانا گوہر رحمان صاحب اور تحریک اسلامی کے جناب سرو سہارنپوری صاحب کی جانب تھا۔ تینوں جماعتوں کے مرکزی قائدین کا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

امام جمیل الامین' امریکہ : امریکہ سے آئے ہوئے ہمارے مہمان مقرر جناب امام جمیل الامین کا تعارف محترم ڈاکٹر ابصار احمد نے کرایا۔ ڈاکٹر ابصار بتا رہے تھے کہ جمیل الامین نے ۷۱ء میں اسلام قبول کیا۔ ان کا تعلق اٹلانٹا جارجیا سے ہے۔ افرو امریکن مسلمانوں کے بہت اہم رہنما ہیں۔ راسخ العقیدہ سنی مسلمان ہیں۔ ان کے ہاتھ پر تقریباً ۷۰۰۰ لوگوں نے بیعت کر رکھی ہے۔ امام جمیل الامین کا پرانا نام ایڈ براؤن تھا۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں میں افرو امریکن کے علاوہ عرب مسلمان بھی شامل ہیں۔

امام جمیل الامین نے انگریزی زبان میں خطاب فرمایا۔ انہوں نے اقامت صلوۃ کی اہمیت بیان کرنے کے بعد جہاد پر زور دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ جہاد ایک مسلسل کوشش کا نام ہے۔ یہ جہاد قیام خلافت کے لئے ہے۔ انہوں نے کچھ لوگوں کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہ اسلام کے غلبہ سے مراد محض فکری غلبہ ہے' کہا کہ اسلام کے غلبہ سے مراد اسلام کی کامل بالادستی ہے۔ انہوں نے یہ بات زور دے کر کہی کہ خلافت کے بغیر اسلام کا کوئی تصور نہیں ہے۔ جناب امام جمیل الامین نے کہا کہ ہم یہ بھول گئے ہیں کہ جہاد چھٹا رکن اسلام ہے لہٰذا اس کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر خالد بیگ' نیو جرسی' امریکہ : ہمارے اگلے مقرر جناب ڈاکٹر خالد بیگ تھے۔ موصوف نیوکلیئر فزکس میں پی ایچ ڈی ہیں۔ یہ بھی ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جو اپنی زندگی کا ایک سال قرآن کے فہم کے حصول کے لئے نکال کر قرآن کالج کے ایک سالہ "رجوع الی القرآن کورس" میں شرکت کے

لئے آئے ہیں۔

جناب ڈاکٹر خالد بیگ نے انتہائی مختصر لیکن ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ ان کا کہنا تھا کہ قرآن کا فہم حاصل کئے بغیر نظام خلافت کا قیام ممکن نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا عروج و زوال اسلام سے وابستہ ہے۔ دنیا میں عزت و سربلندی ہمیں صرف قرآن کے ساتھ تمسک کے نتیجے میں حاصل ہو سکتی ہے!

امام عیسیٰ عبدالکریم 'نیویارک' امریکہ : ہمارے یہ مہمان مقرر بھی امام جمیل الامین کے ساتھ امریکہ کے تشریف لائے ہیں' جناب عیسیٰ عبدالکریم بہت ہی متحرک مسلمان رہنما ہیں۔ نیویارک سے ایک جریدہ بھی نکال رہے ہیں جس کے آپ مدیر ہیں۔

امام عیسیٰ عبدالکریم نے بھی انگریزی میں خطاب فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان ایک جسم کی مانند ہوتا ہے۔ اگر کسی کو بوسنیا' چیچنیا یا کشمیر میں تکلیف پہنچتی ہے تو نیویارک میں ہم تڑپ اٹھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آج اغیار اسلام کو دبانے کی جتنی کوشش کر رہے ہیں' اسلام اسی قدر ابھر رہا ہے۔ امیر محترم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام عیسیٰ نے کہا کہ آپ لوگ بہت خوش قسمت ہیں کہ آپ کو اس طرح کی قیادت میسر ہے۔ ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم انہیں امریکہ "ہائی جیک" کر کے لے جائیں۔

حضرت مولانا راحت گل' پشاور : مولانا راحت گل مدظلہ دیوبندی مکتب فکر کے معروف عالم دین ہیں۔ مولانا کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ روایتی علماء کے برعکس بہت ہی وسعت قلب و نظر کے مالک ہیں۔ اسی کا مظہر ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمتہ اللہ علیہ سمیت دین کا کام کرنے والے ہر شخص کی تائید و نصرت کی ہے۔

مولانا راحت گل مدظلہ تمہیدی کلمات کے بعد ارشاد فرما رہے تھے کہ نبی اکرمؐ نے ہجرت مدینہ کے بعد تین کام کئے۔ ایک یہ کہ مسلمانوں کے لئے روحانی مرکز قائم کیا' دوسرا یہ کہ ایک سیاسی مرکز قائم فرمایا اور تیسرے یہ کہ ایک ایمانی مرکز کی بنیاد ڈالی۔

مولانا فرما رہے تھے کہ ایمانی مرکز کی حیثیت ذات رسول کو حاصل ہے۔ روحانی مرکز کی حیثیت بیت اللہ شریف کو حاصل ہے۔ مولانا نے فرمایا تکمیل دین تب ہوئی جب دس لاکھ مربع میل پر اسلام بطور نظام غالب ہو گیا۔ جب دین کی تکمیل ہو گئی تو یہ آیت "الیوم اکملت لکم دینکم ......" نازل ہوئی۔ خلافت دراصل مسلمانوں کا سیاسی مرکز ہے۔ دین اسلام میں خلافت کی حیثیت' اسلام کی بنیادوں پر چھت کی سی ہے۔ چھت نہ ہو تو عمارت ہر اعتبار سے غیر محفوظ رہتی ہے۔

مولانا حضرت گل' پنج پیر' سرحد : تنظیم اسلامی کے بزرگ رفیق اور تحریک خلافت کے معاون مولانا حضرت گل' ایک درویش صفت عالم دین ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ان کی وضع قطع انتہائی سادہ ہوتی ہے بلکہ ان کی عالمانہ گفتگو بھی انتہائی سادہ زبان میں اور عام فہم ہوتی ہے۔ "عالمی احیائے خلافت کانفرنس" میں ان کا خطاب پشتو زبان میں تھا۔ انہوں نے خلافت کی حقیقت اور اس کے قیام کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی۔

چودھری رحمت اللہ بٹر : تنظیم اسلامی کے بزرگ رفیق اور مرکزی ناظم تربیت جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر نے پنجابی زبان میں تقریر فرمائی۔ وہ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کا پہلا تعارف بطور خلیفہ کرایا ہے۔ اب اللہ کی طرف سے ہی اس نیابت کا حق ادا کرنے کا مطالبہ ہے۔ یہ حق نیابت انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطحوں پر ادا کرنا مطلوب ہے۔ انفرادی سطح پر یہ حق نیابت ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں' پہلی یہ کہ اگر تو اجتماعی نظام قائم ہے تو اس نظام کے تحت رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں زندگی بسر کرنا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر وہ نظام قائم نہیں ہے تو اپنا مال اور اپنی جان اس کے قیام کی جدوجہد میں کھپا دینے سے وہ حق نیابت ادا ہو گا۔

اجتماعی سطح پر حق نیابت یہ ہے کہ بالفعل وہ نظام قائم کر دیا جائے۔ جب تک ہم اپنی ذات میں خلیفہ نہیں بنیں گے اور اپنے وجود پر خلافت الٰہی قائم نہیں کریں گے اس وقت تک اجتماعی خلافت کا قیام ناممکن ہے۔ انہوں نے واضح کیا اجتماعی خلافت کے بغیر اللہ کی بندگی کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔

غلام محمد سومرو' سندھ : جناب غلام محمد سومرو بھی ہمارے بزرگ رفقاء میں سے ہیں۔ انہوں نے سندھی زبان میں خطاب فرمایا۔ اگرچہ راقم ان کے خطاب کو پوری طرح نہیں سمجھ سکا تاہم جن آیات اور احادیث کا حوالہ انہوں نے دوران گفتگو دیا' اس سے ان کے موضوع اور مرکزی خیال تک رسائی حاصل ہو گئی تھی۔ وہ خلافت اور حاکمیت کے فرق پر گفتگو کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس زمین پر خلیفہ بنا کر بھیجا تھا۔ خلافت کے معنی نیابت کے ہوتے ہیں۔ انہوں نے نظام خلافت کے قیام کے لئے جدوجہد کو تیز کرنے پر زور دیا۔

رشید احمد صدیقی' برطانیہ : جناب رشید احمد صدیقی یو کے اسلامک مشن (جماعت اسلامی برطانیہ) کے سابق صدر ہیں۔ وہ وہاں کی ایک معروف دینی و سماجی شخصیت ہیں۔ جناب صدیقی صاحب نے گفتگو کے آغاز میں اپنا بھرپور تعارف کرایا۔ جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ وہ لمبے عرصہ تک جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے کام کرتے رہے ہیں لیکن ان کا کہنا تھا کہ ۹۳ء کے انتخابات کے نتائج سامنے آنے کے بعد ان کی یہ رائے بنی کہ انقلاب بذریعہ انتخابات ناممکن ہے۔ جناب صدیقی صاحب نظام خلافت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ نظام خلافت کے قیام کے بغیر پورے اسلام پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری منزل اقامت دین ہے جبکہ بعض دوسری جماعتیں راستے کو ہی منزل سمجھ بیٹھی ہیں۔ پاکستان کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پاکستان کی بقاء و استحکام صرف اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔

ڈاکٹر میر معظم علی علوی : جناب ڈاکٹر میر معظم علی علوی "تحریک نظام خلافت راشدہ" کے امیر ہیں۔ وہ عرصہ چالیس سال سے نظام خلافت کے احیاء کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ایک لمبے عرصہ تک وہ برطانیہ میں رہے جبکہ اب گزشتہ تقریباً آٹھ سال سے پاکستان میں رہ کر کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی گفتگو کے آغاز میں ہی فرما دیا کہ امت مسلمہ کا اصل مسئلہ روحانی' اعتقادی اور فکری نہیں ہے بلکہ سیاسی ہے۔ امت مسلمہ جس طرح تعلیم میں پیچھے ہے' اسی طرح سیاسی فکر میں بھی بہت پیچھے ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ حضورؐ نے جزیرہ نمائے عرب میں نظام خلافت راشدہ کا نفاذ فرمایا۔ یہ نظام ہمارے لئے کیوں ضروری ہے' اس سوال کا جواب دیتے ہوئے وہ کہہ رہے تھے کہ اس کے بغیر ہمارا دین مکمل نہیں ہوتا۔ محترم ڈاکٹر معظم علوی صاحب نے کہا کہ اسلام میں جمہوریت کا کوئی تصور نہیں ہے بلکہ یہاں تو خلافت راشدہ کا نظام ہے۔

اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے کہ اس نظام کو قائم کون کرے' ڈاکٹر علوی صاحب نے فرمایا کہ سولو فلائٹ سے کام نہیں چلے گا۔ یہ کام جماعتیں مل کر کریں گی۔ یہ نظام کہاں قائم ہو گا' اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ پاکستان میں قائم ہو گا۔ انہوں نے اس کی دلیل یہ دی کہ یہ ملک اسلام کے لئے حاصل کیا گیا نیز اس خطے کے لوگوں کی سرشت میں اسلام کی محبت موجود ہے۔ اس قیام خلافت کے نتیجے میں کیا

تبدیلی آئے گی' اس سوال پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہر شخص کو انصاف ملے گا اور خوشحالی کا دور دورہ ہو گا۔

ڈاکٹر عامر عزیز خان' لاہور : ڈاکٹر عامر عزیز خان' کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔ آپ پاکستان کے مشہور و معروف آرتھوپیڈک سرجن ہیں۔ انہوں نے اپنے پیشے میں' اپنی کم عمری میں ہی بہت نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ یہ بھی ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جو فہم قرآن کے لئے ایک سال وقف کر کے قرآن کالج میں ایک سالہ "رجوع الی القرآن" کورس اٹینڈ کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے مختصر خطاب میں معاشرے کے اونچے طبقات کی اکثریت جس میں سیاستدان' بیوروکریٹس' پبلشٹ ڈاکٹرز اور اعلیٰ فوجی افسران وغیرہ شامل ہیں' کے منافقانہ کردار پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ نظام خلافت کا قیام محض باتوں سے ممکن نہیں ہے۔ اس کے قیام کے لئے عظیم قربانیوں کی ضرورت ہے۔ ہماری نجات کا واحد راستہ اجتماعی توبہ ہے' جس کا واحد طریقہ نظام خلافت کا قیام ہے۔ انہوں نے قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت پر بھی زور دیا اور کہا کہ جب تک مسلمان اس قرآن کو اپنا امام اور رہنما نہیں بنائیں گے کوئی مثبت تبدیلی رونما نہیں ہو گی۔

داعی تحریک کا خطبہ صدارت

پہلی "عالمی احیائے خلافت کانفرنس" کے آخری مقرر داعی تحریک خلافت جناب ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ تھے۔ رات کا خاصا حصہ بیت چکا تھا لیکن محترم ڈاکٹر صاحب کو ابھی "عہد حاضر میں نظام خلافت کا دستوری' قانونی اور سیاسی ڈھانچہ" کے اہم موضوع پر مفصل خطاب فرمانا تھا۔ چنانچہ انہوں نے حاضرین اور حاضرات کو شروع میں ہی متنبہ کر دیا کہ کسی قدر تاخیر کا امکان ہے۔

داعی تحریک فرما رہے تھے کہ ہمارے لئے آئیڈیل نظام "خلافت راشدہ" کا ہی ہے۔ لیکن اب یہ نظام بعینہٖ دوبارہ کبھی قائم نہیں ہو گا۔ اپنے اس موقف کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ خلافت راشدہ درحقیقت تتمہ تھی دور نبوت کا۔ نیز جس نوع کا تزکیہ صحابہ کرام کا حضورؐ نے فرمایا تھا' اس طرح کا اب کبھی بھی ممکن نہیں ہے۔ پھر صحابہؓ میں ایک درجہ بندی تھی' جو ان کے آنحضورؐ سے قرب اور دین کے لئے ان کی قربانیوں کے حوالے سے تھی' صحابہ کرام میں عشرہ مبشرہ کا ایک امتیازی نظام تھا' پھر اصحاب بدر اور پھر اصحاب بیعت رضوان کا درجہ تھا' اس نوع کی درجہ بندی کا آئندہ کوئی امکان نہیں!

دستور پاکستان پر گفتگو کرتے ہوئے داعی تحریک نے اس نکتے کو خاص طور پر واضح فرمایا کہ مولانا گوہر رحمٰن صاحب اور میاں طفیل محمد صاحب سمیت بہت سے بزرگوں کا یہ کہنا کہ پاکستان کا دستور اسلامی ہے' بالکل خلاف واقعہ ہے۔ یہ ان حضرات کی غلط فہمی ہے اس لئے کہ دستور پاکستان میں اگرچہ اللہ کی حاکمیت کا اقرار تو موجود ہے لیکن کلمہ طیبہ کے دوسرے حصے "محمد رسول اللہ" کا اقرار تاحال شامل نہیں ہے۔ جب تک دستور میں کتاب و سنت کی مکمل اور غیر مشروط بالادستی تسلیم نہیں کی جاتی' یہ دستور اسلامی نہیں ہو سکتا۔

محترم ڈاکٹر صاحب وطنی قومیت کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تصور نہ صرف اسلام کے منافی ہے بلکہ اس دو قومی نظریہ کے بھی خلاف ہے جو پاکستان کے قیام کا باعث بنا تھا۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی حیثیت واضح کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ مکمل شہریت صرف مسلمانوں کو حاصل ہو گی۔ غیر مسلم ذمی کی حیثیت سے رہے گا' یعنی اس کی جان' اس کا مال اور آبرو کی حفاظت اسلامی ریاست کے ذمے ہو گی' تاہم وہ چونکہ اس نظریئے کو ہی نہیں مانتا جو اس ریاست کی اساس ہے لہٰذا قانون سازی اور اعلیٰ سطح کی پالیسی میکنگ میں وہ شریک نہیں ہو سکے گا۔ گویا "LAW OF THE LAND" اسلام کا ہو گا جسکی تابعداری اسے کرنی ہو گی جبکہ Personal law میں اسے مکمل آزادی ہو گی۔ غیر مسلموں کو جزیہ دینا ہو گا اور یہ دراصل وہ ٹیکس ہے جو وہ ریاست کو اپنی حفاظت کے بدلے دیں گے۔

داعی تحریک نے فرمایا کہ عہد حاضر میں نظام خلافت کے سیاسی دستوری ڈھانچے کے ضمن میں لوگوں کے ذہنوں میں بہت سے الجھاؤ موجود ہیں۔ بعض پڑھے لکھے لوگ بھی یہ کہتے ہیں کہ قانون سازی کی کیا ضرورت ہے؟ قانون تو قرآن و سنت میں موجود ہے!! ان حضرات کی یہ بات درست نہیں ہے۔ عہد حاضر میں قانون سازی کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس قانون سازی کی بنیاد خود قرآن و سنت میں موجود ہے' جس کا نام اجتہاد ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے علامہ اقبال کے اس موقف کی تائید کی کہ عہد حاضر میں اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ ہو گا۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ اجتہاد کا حق تو ہر ذی علم کو ہے لیکن کس کا اجتہاد نافذالعمل ہو' اس کا فیصلہ پارلیمنٹ کرے گی۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ کوئی قانون خلاف شریعت ہے تو وہ عدالت کا کنڈا کھٹکھٹائے اور دلائل دے۔ اعلیٰ عدالتوں کو اختیار ہو گا کہ وہ کوئی بات قرآن و سنت سے متصادم پائیں تو اس قانون کو ساقط کر دیں۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مجلس مشاورت کا انتخاب بذریعہ ووٹ ہو گا۔ ووٹ دینے کا اختیار ہر عاقل و بالغ مسلمان کو ہو گا' تاہم ووٹر کے لئے عمر کی تعیین باہم مشورے سے طے کی جا سکے گی۔ داعی تحریک نے کہا کچھ لوگوں نے امیدواری کو حرام قرار دیا تو کچھ دوسرے حضرات نے یہ کہا کہ اسلام میں پارٹی سسٹم نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ یہ طرز فکر درست نہیں ہے۔ ان میں سے کوئی چیز دین کے مزاج سے متصادم نہیں ہے۔

داعی تحریک نے کہا کہ عہد حاضر کے عمرانی و سیاسی ارتقاء سے ہمیں بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ خلافت راشدہ کے دور میں ریاست کے وہ مختلف ادارے وجود میں نہیں آئے تھے جن سے آج پوری دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے۔ یعنی انتظامیہ' عدلیہ اور مقننہ کی واضح تقسیم جس سے آج ہم واقف ہیں دور خلافت راشدہ میں موجود نہیں تھی۔ آج اگر کسی حکمران کا مواخذہ کرنا مطلوب ہو تو اس کے لئے باقاعدہ ادارہ وجود میں آ چکا ہے۔ تمدنی و عمرانی ارتقاء کے ان پہلوؤں سے اگر ہم فائدہ نہیں اٹھائیں گے تو اپنا ہی نقصان کریں گے۔

محترم ڈاکٹر صاحب فرما رہے تھے کہ روح عصر کے حوالے سے امریکہ کا سیاسی نظام ٹاپ پر ہے جو درحقیقت نوع انسانی کے عمرانی و سیاسی ارتقاء کا نقطہ عروج ہے۔ امریکہ کا صدارتی جمہوری نظام اپنی ہیئت کے اعتبار سے خلافت راشدہ کے نظام سے قریب تر ہے' جبکہ پارلیمانی جمہوری نظام ایک غیر معقول نظام ہے جس میں اقتدار اعلیٰ کی عجیب بھونڈی تقسیم ہوتی ہے جس سے طرح طرح کے بحران جنم لیتے ہیں۔ امیر تنظیم نے بتایا کہ اس ملک کے بہت سے دانشور اب اس بات کو ماننے لگے ہیں کہ صدارتی نظام ہی بہترین ہے۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اسلام لسانی' جغرافیائی اور ثقافتی بنیادوں کو تسلیم کرتا ہے۔ لہٰذا ان بنیادوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ملک کو چھوٹے چھوٹے صوبوں میں تقسیم کرنا چاہئے۔ یہ کڑوی گولی اگر ہم نگل جائیں تو بہت سے مسائل حل ہو سکتے

ہیں۔

اپنے خطبہ کے اختتام پر محترم ڈاکٹر صاحب نے لندن میں ایم کیو ایم کے سربراہ جناب الطاف حسین سے ہونے والی اپنی حالیہ ملاقات کا ذکر بھی کیا۔ انہوں نے الطاف حسین صاحب کے اس رویئے کی تحسین کرتے ہوئے کہ انہوں نے محترم ڈاکٹر صاحب کی بات پورے تحمل کے ساتھ سنی' یہ بتایا کہ اس ملاقات میں الطاف حسین انہیں مایوسی کی تصویر بنے نظر آئے۔ وہ انتہائی مایوس ہیں حکومت سے بھی' اپوزیشن سے بھی اور افواج پاکستان سے بھی۔ اس وقت ان کی ساری امید باہر کی مدد پر ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب بتا رہے تھے کہ جب میں نے کہا کہ آپ ملکی سطح پر صوبوں کی تقسیم کی بات اور مہاجروں کے لئے الگ صوبے کا مطالبہ واضح الفاظ میں کیوں نہیں کرتے تو جواباً کہا کہ اس سے شدید خونریزی کا اندیشہ ہے اور ہم اتنی لاشیں اٹھانے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں نے الطاف حسین کو کہا ہے کہ آپ کو یہ بات ماننی چاہئے کہ پاکستان کا مستقبل اسلام سے وابستہ ہے لہٰذا پاکستان اور اسلام کی بات کیجئے اور پورے ملک کے لئے چھوٹے صوبوں کی تشکیل کا مطالبہ کیجئے۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مہاجر قومیت اور اس کی قیادت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ مہاجر کے نام سے ایک قومیت اب وجود میں آ چکی ہے لہٰذا اسے تسلیم کرنا چاہئے ورنہ شدید ردعمل سامنے آئے گا۔

داعی تحریک خلافت و امیر تنظیم اسلامی کے اس مفصل اختتامی خطاب کے ساتھ ہی پہلی "عالمی احیائے خلافت کانفرنس" اپنے اختتام کو پہنچی۔ ہماری یہ کانفرنس الحمدللہ کہ ہر لحاظ سے کامیاب رہی۔ ہم نے جتنے مقررین کے نام دیئے وہ قریباً سب تشریف لائے۔ سامعین کی تعداد کے حوالے سے بھی صورت حال بہت حوصلہ افزاء رہی۔

تنظیم اسلامی کی دعوت قرآن حکیم پر مبنی ہے لہٰذا یہ دعوت کسی علاقے' نسل یا گروہ تک محدود نہیں ہے۔ ہماری اس کانفرنس میں مختلف زبانوں میں تقاریر کا ہونا اسی بات کی غمازی کرتا ہے۔ ان تقاریر سے جس دوسری بات کا اظہار ہو رہا تھا وہ یہ تھی کہ تنظیم اسلامی کی دعوت اگرچہ ست روی کے ساتھ آگے بڑھی ہے تاہم اب ایک بڑے حلقے تک پہنچ چکی ہے۔ اب یہ دعوت جغرافیائی حدود کو پھلانگ کر سمندر پار رہنے والے ہمارے ان مسلمان بھائیوں تک بھی پہنچ چکی ہے جو ہماری زبان سے بھی نابلد ہیں۔ امیر محترم مدظلہ کے انگریزی زبان میں دروس و خطابات اس ضمن میں بہت موثر ثابت ہوئے ہیں۔ اب "چلے آئیں گے عشاق کے قافلے" کے مصداق مشعل سے مشعل جلے گی اور یہ دعوت اگر اللہ نے چاہا تو مزید آگے تک پہنچے گی۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے جنہوں نے کسی بھی حوالے سے اس کانفرنس میں شمولیت کی ہے۔

۲۲ اکتوبر' اجتماع کا تیسرا دن

۲۲ اکتوبر تنظیم اسلامی کے اجتماع کا آخری دن تھا۔ نماز فجر کے بعد طے شدہ پروگرام کے مطابق محترم ڈاکٹر عارف رشید' امیر تنظیم اسلامی لاہور شرقی نے درس قرآن دیا۔ درس قرآن کے بعد نو بجے تک ناشتے اور تیاری وغیرہ کے لئے وقفہ کیا گیا۔

صبح کی نشست : تیسرے روز کی پہلی باقاعدہ نشست کا آغاز ۹ بجے صبح ہوا۔ اس نشست میں چودھری رحمت اللہ بٹر صاحب نے "انقلابی کارکنان کے بنیادی اوصاف" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس سلسلے کا پہلا بنیادی وصف انسانی ہمدردی ہے۔ انقلابی کارکنان کا دنیا کے بارے میں نقطہ نظر حقیقت پسندانہ ہونا چاہئے۔ انہیں دنیا کی بے ثباتی اور آخرت پر کامل یقین ہو۔ اگر یہ چیز مطلوبہ معیار کے مطابق نہیں ہو گی تو استقامت کے ساتھ یہ کام ہو نہیں پائے گا' ایک ایک قدم پر مایوسیاں جال بچھائی نظر آئیں گی۔ اس صفت کے علاوہ توکل علی اللہ کا ہونا بھی انتہائی ضروری ہے۔ ہم نے جو کام بھی کرنا ہے وہ اللہ کے توکل اور بھروسے پر کرنا ہے اور یہ کہ نتائج کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے' یہ ہمارا یقین ہونا چاہئے۔ ان اوصاف کے علاوہ انقلابی کارکنوں میں ذکر اللہ کی کثرت' تلاوت قرآن حکیم' ادعیہ ماثورہ کو معمول بنانا' اجتناب عن الکبائر اور انفاق فی سبیل اللہ جیسے اوصاف کا ہونا بھی انتہائی ضروری ہے۔

انجینئر نوید احمد' کراچی : محترم بٹر صاحب کے بعد کراچی سے ہمارے انتہائی فعال رفیق جناب انجینئر نوید احمد نے "اسلامی انقلاب کا آخری مرحلہ" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ وہ کہہ رہے تھے اسلامی انقلاب کے طریق کار کے حوالے سے اس وقت دو مکتب فکر پائے جاتے ہیں۔ ایک مکتب فکر کا کہنا یہ ہے کہ اقامت دین تو فرض ہے لیکن طریق کار کی بحث لاحاصل ہے۔ بلکہ انقلاب کا آنا عطیہ خداوندی ہوتا ہے لہٰذا اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ برائیوں کے خلاف کام کیا جائے۔ دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کے لئے ایک معین طریق کار ہے جو سیرۃ النبی سے ماخوذ ہے۔ تنظیم اسلامی پہلے نقطہ نظر کو درست نہیں سمجھتی اس لئے کہ پہلے نقطہ نظر کو اپنانا حضور ﷺ کی سیرۃ کو نظرانداز کر دینے کے مترادف ہے!

جو لوگ سیرۃ النبی کو انقلاب کا ماخذ مانتے ہیں ان کے بھی دو مکاتب فکر ہیں۔ پہلے مکتب فکر کا کہنا ہے کہ اسلامی انقلاب صرف دعوت کے ذریعے بغیر تصادم کے برپا ہو جائے گا جبکہ دوسرے مکتب فکر کا نقطہ نظر یہ ہے کہ سیرۃ النبی کے حوالے سے دیکھا جائے تو تصادم ہوا اور آئندہ بھی انقلاب تصادم کے بعد ہی آئے گا۔ تنظیم اسلامی کا اتفاق اس دوسرے مکتب فکر سے ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ انقلاب کے لئے تصادم ناگزیر ہے۔

محترم انجینئر نوید احمد صاحب فرما رہے تھے کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انقلاب محض دعوت سے آئے گا تو انہیں یہ بھی بتانا ہو گا کہ ایک استحصالی طبقہ جو سیاہ و سفید کا مالک بنا بیٹھا ہے محض دعوت کے نتیجے میں عنان اقتدار انقلاب لانے والوں کے ہاتھوں میں دے کر دست بردار ہو جائے گا؟ کیا تاریخ میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے؟۔

اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ انقلاب بذریعہ انتخابات برپا ہو جائے گا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس نقطہ نظر کے رد کے لئے اب کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ گزشتہ پچاس سالہ انتخابی تاریخ اور مشاہدہ ہی کافی ہے کہ اس طریق کار سے نظام کی تبدیلی ناممکن ہے۔ اس کے بعد محترم نوید صاحب نے انتہائی اختصار کے ساتھ اس اہم مسئلے پر گفتگو کی کہ اسلامی انقلاب کے لئے آخری مرحلہ کیا ہو گا!

نائب امیر تنظیم' ڈاکٹر عبدالخالق : وقفے سے قبل تنظیم اسلامی کے نائب امیر' جناب ڈاکٹر عبدالخالق نے اپنے مختصر خطاب میں "آئندہ تنظیمی سال کے لئے لائحہ عمل" کے اہم نکات بیان کئے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آئندہ سال ہمیں انفرادی دعوت پر توجہات کو مرکوز کرنے کے ساتھ ساتھ تنظیم اسلامی کو بڑے پیمانے پر متعارف کرانے کا کام بھی کرنا ہے۔ یہ کام ہمارا اہم ہدف ہو گا۔ اس تعارف کے لئے مختلف ذرائع استعمال کئے جائیں گے' جس کی تفصیلات تمام امراء تنظیم تک تحریری شکل میں پہنچ جائیں گی۔ محترم ڈاکٹر عبدالخالق صاحب فرما رہے تھے کہ اگر ہم توجہ دیں تو تنظیم اسلامی کا تعارف کرانے کے لئے

ہمیں کسی اضافی مشقت کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ہم میں سے ہر رفیق کو دو کام تو فوری طور پر کر گزرنے چاہئیں۔ ایک یہ کہ ہر رفیق کے سینے پر تنظیم اسلامی کا بیج آویزاں ہو' جس سے خود بخود تعارف ہوتا رہے گا۔ دوسرا کام یہ کرنا ہوگا کہ اپنے ڈرائنگ روم میں "عہد نامہ رفاقت" کو فریم کرا کے آویزاں کریں تاکہ ہر ملنے والا اسے پڑھے اور پھر سوچنے پر مجبور ہو کہ یہ سب کیا ہے۔ محترم ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے کہا ہم میں سے ہر شخص کا تعارف اس کے حلقہ احباب میں بطور رفیق تنظیم ہونا چاہئے۔

امیر محترم کا اختتامی خطاب

رفقاء احباب جانتے ہیں تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کا آخری پروگرام ہمیشہ امیر محترم کا اختتامی خطاب ہوا کرتا ہے۔ اسی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے امیر محترم نے طے شدہ وقت کے مطابق ۱۱ بجے دوپہر اپنے اختتامی خطاب کا آغاز فرمایا۔

امیر محترم نے اجتماع کے انتظامات کو تسلی بخش قرار دیتے ہوئے کہا کہ ساتھیوں کی محنت اور بے آرامی پر ان کا ممنون احسان ہوں۔ اور ساتھیوں کے شکر سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جس نے ہمیں اپنے دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ ساتھیوں کی بے آرامی پر میں اس خیال سے بھی ذہنی طور پر پریشان رہا ہوں کہ میں تو اپنی صحت کے عذر کے باعث رات کو گھر پر آرام کرتا رہا جبکہ رفقاء وہاں دن رات محنت کرتے اور خیموں میں رات بسر کرتے رہے۔ اس صورت حال پر دل سے یہ صدا بھی نکلتی رہی ہے کہ "حسرت آتی ہے وہ پہنچا' میں رہا جاتا ہوں!

مینار پاکستان کے سائے میں سالانہ اجتماع کے انعقاد کا پس منظر بیان کرتے ہوئے امیر تنظیم نے فرمایا کہ یہ سب کچھ مشیت ایزدی سے ہوا ہے۔ ہماری نظر تو موچی دروازہ سے آگے نہیں پہنچی تھی لیکن کچھ انتظامی مجبوریوں کی وجہ سے ہمیں یہاں آنا پڑا ہے۔ یہ سالانہ اجتماع ہماری تحریک کے لئے ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے کہ یہ ہماری تنظیم کے عالمی و آفاقی تنظیم بننے کا نقطہ آغاز بھی ہے۔ اس اجتماع میں مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا شریک ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اب یہ تنظیم جغرافیائی حدود عبور کر رہی ہے۔ تنظیم کے پلیٹ فارم پر احیاء خلافت کانفرنس میں مختلف جماعتوں کے اکابر کی شرکت بھی ہمارے نزدیک بہت اہمیت کی حامل ہے۔

امیر محترم فرمارہے تھے کہ میں نے تین جماعتوں کے "وفاق" کا جو خواب دیکھا تھا اور جسے ایک تجویز کی شکل میں پیش کیا تھا اس کی تعبیر کی ایک ہلکی سی جھلک "عالمی احیائے خلافت کانفرنس" میں دیکھنے کو ملی ہے۔ امیر محترم آئندہ سال کے اہداف کا تعین کرتے ہوئے فرمارہے تھے کہ پاکستان میں مختلف حلقوں کی سطح پر اجتماعات عام کے پروگرام ضرور ہونے چاہئیں۔ نیز گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی ملتزم رفقاء کا ایک تربیتی اجتماع بھی اپریل میں منعقد کیا جانا چاہئے۔

امیر محترم کے خطاب کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی۔

نماز ظہر کے بعد تنظیم اسلامی کے نئے ہمسفروں نے امیر محترم کے ہاتھ پر بیعت سمع و طاعت کی۔ اس بیعت کے انعقاد کی پروقار تقریب کے بعد اجتماع کے اختتام کا اعلان کر دیا گیا۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے کہ تنظیم اسلامی کے اس اجتماع کو امیر محترم نے بھی انتہائی کامیاب قرار دیا۔ اجتماع کے تمام انتظامات انتہائی تسلی بخش تھے۔ تمام رفقاء کو تنظیمی حلقوں کی بنیاد پر کیمپ الاٹ کئے گئے تھے۔ رہائش گاہوں کی اس تقسیم سے انتظامات کی انجام دہی میں بہت سہولت رہی۔ ہر حلقے کو کھانا اس کے اپنے کیمپ میں بہم پہنچایا جاتا تھا۔ پورے اجتماع کے دوران کھانے کے حوالے سے صرف ایک دفعہ کسی قدر بدنظمی کا مظاہرہ ہوا' اس کے علاوہ کہیں سے کوئی شکایت نہیں آئی۔

تنظیم اسلامی کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ اجتماع کو کھلے میدان میں منعقد کیا گیا لہٰذا نظم و ضبط کے ڈھیلے پڑنے کا اندیشہ موجود تھا۔ اس لئے کہ بند ہال اور کمروں میں نظم و ضبط کا مظاہرہ کرنا آسان ہوتا ہے جبکہ کھلے میدان میں ایسا کرنا قدرے مشکل ہوتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ بحیثیت مجموعی رفقاء تنظیم' نظم و ضبط کے اس امتحان میں کامیاب رہے۔ اس پر اللہ کا جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ جو رفقاء بھی اس اجتماع میں شریک ہوئے ہیں' بالخصوص وہ کہ جنہوں نے اضافی محنت کر کے انتظامات کی انجام دہی میں حصہ لیا ہے' سب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے دین کی اقامت کے لئے زیادہ سے زیادہ محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ OO

KHALID TRADERS
AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS
IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

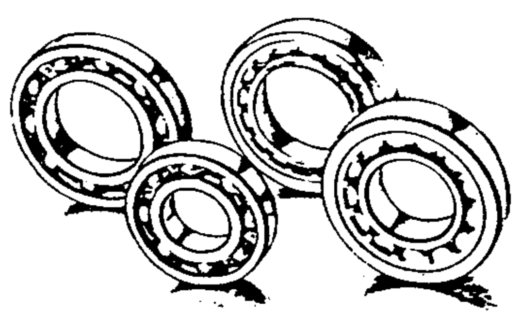

PLEASE CONTACT
TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

"پختون امن جرگہ" کا قیام کسی اور فساد کا پیش خیمہ تو نہیں؟

رائے عامہ کے تمام حلقوں نے حکومت پر عدم اعتماد کا اظہار کر دیا!!

کراچی میں مرنے والوں کا تعلق ایک ہی طبقے سے ہونا' ایک سوالیہ نشان ہے!!

میم سین' کراچی

مہاجر پختون فسادات کی سازش کو بروقت ناکام بنانا ہو گا

> "کراچی کے آئے دن کے قتل و قتال میں عموماً ایک ہی طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد کو ہلاکت کا سامنا ہے' خواہ جھگڑا ایک ہی گروپ کے دو دھڑوں کا ہو' شیعہ سنی کا ہو' حتیٰ کہ سرکاری اہلکار جو مارے جا رہے ہیں اس میں بھی اس طبقے ہی کے افراد شامل ہیں' یہ بات خود اپنی جگہ ایک سوالیہ نشان ہے"

جب کسی حکومت کی ساکھ مجروح ہو جائے تو اس سے صرف اس حکومت پر ہی اثر نہیں پڑتا بلکہ اس ملک میں قائم اداروں پر بھی عوام کا اعتماد باقی نہیں رہتا۔ حکومت کراچی میں خصوصاً اور پورے ملک میں عموماً جس پالیسی پر عمل کر رہی ہے اس پر عدم اعتماد کا اظہار تو رائے عامہ کے تقریباً تمام ہی حلقوں نے کر دیا ہے۔ لیکن حکومت شاید یہ سمجھتی ہے کہ جب تک اس کے ہاتھ میں اقتدار کی لاٹھی ہے کوئی اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ حالانکہ یہ بات تو اب سبھی سمجھنے لگے ہیں کہ کفر کی بنیاد پر تو حکومت قائم رہ سکتی ہے' ظلم کی بنیاد پر ہرگز قائم نہیں رہ سکتی۔ نتیجہ یہ ہے کہ کوئی بھی ناپسندیدہ بات ہو اسے آج حکومت کے سر منڈھ دیا جاتا ہے۔ کاش کہ حکومت یہ جان سکتی کہ اعتماد کتنی قیمتی شے ہوتی ہے!!

کراچی کے آئے دن کے قتل و قتال میں عموماً ایک ہی طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد کو ہلاکت کا سامنا ہے۔ خواہ جھگڑا ایک ہی گروپ کے دو دھڑوں کا ہو' شیعہ سنی کا ہو' حتیٰ کہ سرکاری اہلکار جو مارے جا رہے ہیں اس میں اس طبقے ہی کے افراد شامل ہیں' اور یہ خود اپنی جگہ ایک سوالیہ نشان ہے۔ ایسے میں اگر کسی اور طبقے کے لوگوں کی شامت آتی ہے تو لوگ یہی کہتے ہیں کہ یہ بھی حکومت کی کارستانی ہے۔ حکومت لسانی فسادات کرانے پر تل گئی ہے۔ گویا کہ ملک کے عوام موجودہ حکومت سے شر کے سوا کسی خیر کی توقع نہیں رکھتے۔

چند ماہ قبل کراچی میں ہزارہ کے کچھ افراد قتل ہوئے تو اس وقت بھی یہی کہا گیا کہ یہ حکومتی سازش ہے۔ کراچی میں ہڑتالوں کے دوران بلا امتیاز تمام اہل شہر کو نقصان کا سامنا ہے۔ ہڑتال سے ایک دن قبل ہی فائرنگ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور گاڑیاں جلانی شروع کر دی جاتی ہیں' گاڑیاں چونکہ بیشتر پختون حضرات کی ہوتی ہیں لہٰذا کراچی میں ایک "پختون امن جرگہ" کا قیام عمل میں لایا گیا ہے' جس کے بارے میں ایم کیو ایم کے اتحادی اے این پی سندھ کے صدر محمد امین خٹک نے کہا ہے کہ ہم کسی ایسے جرگے پر یقین نہیں رکھتے جو حکومت کی ایما پر بنایا گیا ہو۔ جب یہ امن جرگہ بنا تھا تو دعویٰ یہ کیا گیا تھا کہ اس میں تمام سیاسی پارٹیوں کے لوگ شامل ہیں۔ دوسرے ہی دن اے این پی کا بیان آ گیا تھا کہ ہمارا اس جرگہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اے این پی جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ ایم کیو ایم کی اتحادی ہے' فطری بھی غیر فطری بھی۔ فطری ان معنوں میں کہ جس طرح ایم کیو ایم بقول بی بی سی کے ایک نسل پرست تنظیم ہے' اسی طرح سے اے این پی بھی ایک نسل پرست تنظیم ہے۔ غیر فطری ان معنوں میں کہ جب ۱۹۸۵ میں کراچی میں مہاجر پختون فسادات ہوئے تھے تو جناب ولی خان صاحب کا یہ بیان بڑے طمطراق کے ساتھ شائع ہوا تھا کہ مہاجر ہوشیار ہو جائیں' وہ دس ہزار پختون کا لشکر لے کر کراچی تشریف لا رہے ہیں۔ اور غیر فطری ان معنوں میں بھی کہ ہیں تو دونوں ہی قومیتوں کی علمبردار لیکن اس کے باوجود اے این پی کے صدر مہاجروں کو قومیت تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ ان کے نزدیک پاکستان کی پانچویں قومیت سرائیکی قومیت ہے۔ اور ان کی یہ بات ٹیلی ویژن انٹرویو کے دوران کہی گئی تھی' کسی نجی محفل میں نہیں۔ بہرحال آج کل سیاست میں جس طرح کی کھلی منافقت جاری ہے اگر کوئی امن کا نام بھی لیتا ہے تو بدامنی کے خوف سے لرزہ طاری ہونے لگتا ہے۔ اب یہ "پختون امن جرگہ" واقعی قیام امن کے لئے تشکیل دیا گیا ہے' اس کے لئے ہم ان کے قائدین کے چند بیانات ذیل میں درج کر کے فیصلہ قارئین پر ہی چھوڑتے ہیں۔ ہماری تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے ذریعہ ہی سہی امن تو نصیب فرمائے۔

"۱۵ ستمبر۔ پختون امن جرگہ کے چیئرمین امیر نواب خان اور دوسرے عہدیداران نے وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر کے اس بیان پر شدید برہمی کا اظہار کیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ حکومت ایم کیو ایم مذاکرات میں پختونوں کو شامل نہیں کیا جا سکتا۔ ایک مشترکہ بیان میں ان

رہنماؤں نے کہا کہ نصیراللہ بابر کے منفی کردار کے باعث باشعور پختونوں نے کبھی بھی نصیراللہ بابر سے خیر کی توقع نہیں رکھی تاہم کراچی کی مخصوص صورتحال کے تناظر میں پختونوں کے جائز مطالبات ماننے سے انکار کر کے نصیراللہ بابر نے صوبہ سندھ کے پختونوں کے مفادات پر کاری ضرب لگانے کی مذموم کوشش کی ہے جس کی پختون امن جرگہ پرزور مزمت کرتا ہے۔ پختون امن جرگہ کے مرکزی رہنماؤں نے کہا کہ پختون امن جرگہ صرف اور صرف پختونوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے وجود میں آیا ہے اور یہ کبھی بھی ایم کیو ایم یا حکومت کا آلہ کار نہیں بنے گا۔" (روزنامہ جنگ کراچی' ۱۵ ستمبر ۹۵ء)

"پختون امن جرگہ کے مرکزی قائدین نے کہا ہے کہ پختون امن جرگہ صوبہ سندھ اور خصوصاً کراچی کے پختونوں کے حقوق کے تعین اور حصول کے لئے وجود میں آیا ہے اور یہ نسلی تعصب یا لسانی منافرت پر قطعی یقین نہیں رکھتا اور نہ ہی اپنے مطالبات کی حمایت کے لئے کسی کو نقصان اور ضرر پہنچانا پختون امن جرگہ کی پالیسی ہے"۔ روزنامہ جنگ کراچی' ۱۹ ستمبر ۹۵ء)

"پختون امن جرگہ کے قائدین چیرمین امیر نواب خان' جنرل سیکریٹری بشیر جان اور شاہ نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ شہید رحیم بخت کے قاتلوں کو ۷۲ گھنٹے کے اندر گرفتار اور شہید کے لواحقین نیز زخمیوں کو معاوضہ نہیں دیا گیا تو یہ امن جرگہ مقررہ وقت گزرنے پر اپنے آئندہ کے لائحہ عمل کا اعلان کرے گا۔ قائدین نے کہا کہ پختون امن جرگہ پر بدامنی پھیلانے کا الزام افسوسناک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر سندھ میں آباد پختونوں کی جان و مال اور عزت و آبرو اور ان کے جملہ حقوق کے تحفظ کی ذمہ داری قبول کر لی جائے تو امن جرگہ ایسے سیاسی لیڈروں کے گلے میں ہار ڈال کر جرگے کے خاتمہ کا اعلان کر دے گا۔ بصورت دیگر امن جرگہ اس بات پر مجبور ہو گا کہ وہ اپنی صفوں سے پختون قوم کے بدخواہوں کو نکال باہر کرے"

(روزنامہ جنگ کراچی' ۲۰ ستمبر ۹۵ء)

"پختون امن جرگہ کے سیکریٹری اطلاعات حاجی شاہ خان کے اعلان کے مطابق شہید بخت رحیم کے سوئم کے موقع پر شہید کے قاتلوں کی گرفتاری کے سلسلے میں حکومت کو دیئے گئے ۷۲ گھنٹے کے الٹی میٹم کا وقت جمعہ کو صبح ۸ بجے پورا ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں شام آٹھ بجے مرکزی آفس میں مرکزی کونسل کا ہنگامی اجلاس طلب کر لیا ہے۔" (روزنامہ جسارت کراچی' ۲۲ ستمبر ۹۵ء)

"پختون امن جرگہ کے مرکزی رہنماؤں نے ہڑتال کی کال پر گہری تشویش اور برہمی کا اظہار کرتے ہوئے اس کو ظالمانہ اور بے جواز قرار دیا۔ اور کہا کہ یہ کتنی ستم ظریفی کی بات ہے کہ شہر کے غریب عوام نے ایم کیو ایم اور اس کی قیادت کو عزت اور شہرت جیسی نعمتوں سے نوازا لیکن ایم کیو ایم کی ناعاقبت اندیش قیادت عوام پر ہڑتالیں مسلط کر کے ان کے معاشی قتل عام کے درپے ہے اور ان سے جینے کا بنیادی انسانی حق چھیننا چاہتی ہے۔ پختون امن جرگہ کے مرکزی قائدین نے خدشہ ظاہر کیا کہ ماضی کے واقعات کو مدنظر رکھ کر با آسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہڑتال پر تشدد اور دہشت ناک ہوگی۔ بیان میں ایم کیو ایم کی قیادت سے کہا گیا ہے کہ وہ ہڑتالوں کی آڑ میں پختونوں کا معاشی قتل عام بند کرے اور پر امن بقاء باہمی کے زریں اصولوں کے تحت اس صوبے میں سندھیوں اور پختونوں کے ساتھ انسانی طرز عمل اختیار کرے۔ بیان میں حکومت کو خبردار کیا گیا کہ وہ ان ہڑتالوں کے دوران پختونوں کی جان و مال کو یقینی تحفظ فراہم کر کے اپنے آئینی اور قانونی فرائض کی بجا آوری کرے ورنہ پختون امن جرگہ اپنی قوم کی جان و مال کے تحفظ اور دفاع کے لئے موثر حکمت عملی ترتیب دے گا"۔

(روزنامہ جنگ کراچی' یکم اکتوبر ۹۵ء)

"پختون امن جرگہ کے مرکزی قائدین اور مرکزی کمیٹی کے ارکان نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ایم کیو ایم کی اپیل پر ہونے والی ہڑتال کے دوران ایک بار پھر پختونوں کی گاڑیوں کو جلایا جانا قابل مذمت ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ عوام پر ہڑتالیں مسلط کرنے کا اندھادھند عمل ایک غیر اخلاقی اور بلاجواز فعل اور املاک کو نذر آتش کرنے کی پالیسی ناقابل معافی جرم ہے۔ بیان میں پختون عوام کو یقین دلایا گیا کہ پختون امن جرگہ حالات پر گہری نظر رکھتے ہوئے حالات کا جائزہ لے رہا ہے اور عوام کی تجاویز کی روشنی میں ٹھوس اور پراثر حکمت عملی ترتیب دی جا رہی ہے" (جنگ کراچی' ۲ اکتوبر ۹۵ء)

"پختون امن جرگہ کا ایک جلسہ اورنگزیب خان کی صدارت میں منعقد ہوا جس سے مرکزی قائدین نے خطاب کیا۔ پختون امن جرگہ کے رہنماؤں نے واضح کیا کہ کراچی سندھ کا حصہ ہے اور ہم کسی بھی صورت میں سندھ کی تقسیم کے حق میں نہیں"۔ (جنگ کراچی' ۸ اکتوبر ۹۵ء)

"پختون امن جرگہ کے مرکزی قائدین نے حکومت اور ایم کیو ایم کے مذاکرات میں تعطل اور فریقین کی جانب سے ایک دوسرے کو خطوط بھیجنے پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے ایک بیان میں کہا ہے کہ مذاکرات میں پختونوں کی شمولیت ضروری ہے اور پختون کسی ایسے سمجھوتے کو قبول نہیں کریں گے"۔ (جنگ کراچی' ۱۳ اکتوبر ۹۵ء)

آخری خبر یہ ہے کہ پختون امن جرگہ کے زیر اہتمام ۱۹۹۱ء میں شہید ہونے والے پختونوں کی یاد میں ایک جلسہ بنارس چوک پر منعقد کیا جا رہا ہے۔ ہم وطنوں خصوصاً کراچی والوں کو ہردم یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم"۔

بقیہ : واقعات عالم

لئے مجبور ہوں گے۔ اسرائیل کی ضابطہ شکنی اور حقوق انسانی کی پامالی میں امریکہ کی سازباز سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اسرائیل کی اقتصادی اور عسکری شہ رگ پر امریکی دباؤ سے ہی اب مشرقی یروشلم کے کسی منصفانہ حل کی امید وابستہ ہے۔ OO (فیچرایند نیوز الائنس)

ان شاء اللہ العزیز' تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام

آئندہ مبتدی تربیت گاہ

۱۷/ تا ۲۳/ نومبر ۹۵ء' تنظیم اسلامی کے مرکزی دفتر

۶۷۔ اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور میں منعقد ہو گی

بترس از آہ مظلوماں.............

ہفتہ دعا برائے امن کا اعلان اہل کراچی کے زخموں پر نمک پاشی سے کم نہیں!

پاکستان کا "مرد بیمار" کراچی نیم حکیموں کے چنگل میں ہے!!

اہل پاکستان کو چیچنیا' بوسنیا اور فلسطین سے پہلے کراچی کی فکر کرنا چاہئے!

ایس ایم اختر

جب ڈاکٹر مریض کی زندگی سے مایوس ہو جاتا ہے تو وہ مریض کے لواحقین سے کہتا ہے کہ اب اس کے لئے دعا کرو!! ایسا لگتا ہے کہ حکومت سندھ مسئلہ کراچی کے حل سے مایوس ہو چکی ہے جبھی تو گزشتہ دنوں اس نے ہفتہ "دعا برائے امن" منانے کا اہتمام کیا۔ اب یہ مریض کے لواحقین کا فرض ہے کہ وہ یہ طے کریں کہ آیا مریض کی یہ حالت اس نیم حکیم کی نااہلی کی بناء پر تو نہیں ہوئی۔ اور اگر وہ یہ محسوس کریں کہ امر واقعہ یہی ہے تو پھر اس نیم حکیم کا علاج ترک کر کے کسی اچھے ڈاکٹر کا تقرر کریں۔ مگر سوال یہ ہے کہ لواحقین کو مریض کے درد کا احساس بھی ہے' اگر احساس ہے تو پھر سوال ابھرتا ہے کہ وہ یہ کام کریں تو کیسے کریں۔ اس وقت صورتحال بالکل مختلف نظر آتی ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا جب قوم کسی نیم حکیم کے جال میں پھنس جاتی تو اہل کراچی قوم کو اس سے نجات دلانے کے لئے ہراول دستے کا کردار ادا کرتے تھے۔ وہ تحریک چاہے ایوب خان کے خلاف ہو یا بھٹو کے خلاف' اس کی ابتدا کراچی سے ہی ہوتی ہے۔ لیکن اب اہل کراچی کا حال یہ ہے کہ وہ اس نیم حکیم کے چنگل میں پھنس گئے ہیں جس نے مریض کے علاج کی بجائے اس کے لواحقین کو الٹی سیدھی دوائیاں کھلانی شروع کر دی ہیں۔ محاصرے' گرفتاریاں' تشدد' رشوتوں کے چکر غرض کون سی دوا ہے جو انہیں زبردستی نہیں کھلائی جا رہی۔ جس "میڈیکل بورڈ" کو انہوں نے اپنا مسیحا قرار دیا تھا اس کا لیڈر تو انہیں چھوڑ کر دور دیس جا بسا ہے۔ واضح رہے کہ یہ نعرہ اکثر کراچی کے در و دیوار پر لکھا ہوا نظر آیا ہے۔ "قوم ہے مشکل میں اور مشکل کشا لندن میں ہے"۔ وہاں سے وہ مریض کا علاج تو نہیں کر سکتا البتہ اس نیم حکیم پر تبرے پڑھتا رہتا ہے جس کے حوالے وہ اپنے شہر کو کر آیا ہے۔ باقی اس میڈیکل بورڈ کے جونیئر ڈاکٹرز' کمپاؤنڈرز اور ٹیکنیشین وغیرہ یا تو انڈر گراؤنڈ چلے گئے ہیں یا اس نیم حکیم کے ہتھے چڑھ گئے ہیں۔

اس صورتحال میں اہل کراچی سے یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ موجودہ نیم حکیم کے خلاف تحریک شروع کریں گے۔ تحریک تو کسی لیڈر کی قیادت میں ہی چل سکتی ہے۔ اس وقت تو نہ کوئی منصوبہ بندی کرنے والا ہے' نہ کوئی جلسے جلوسوں اور اس قسم کے دوسرے مظاہر کے لئے رہنمائی فراہم کرنے والا۔ ایسے میں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس کراچی کو بچانے کے لئے جس نے قوم کو بارہا مصائب سے نکالنے میں اہم کردار ادا کیا تھا' پوری قوم اٹھ کھڑی ہوتی۔ لیکن بے حسی کا یہ عالم ہے کہ نہ تو حزب اختلاف نے آج تک کراچی کے مسئلہ پر کوئی ملک گیر ہڑتال کی کال دی ہے اور نہ ان سیاسی جماعتوں نے کچھ کیا ہے جو کشمیر اور افغانستان' بوسنیا اور چیچنیا اور فلسطین کے لئے مری جاتی ہیں گویا کہ "سارے جہاں کا درد انہی کے جگر میں ہے" سوائے کراچی کے درد کے۔ البتہ زبانی جمع خرچ میں کوئی ایک بھی دوسرے سے پیچھے نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ حزب اختلاف ہو یا حکومت سب نے اہل کراچی کے نمائندوں کو اپنے اقتدار کے لئے زینہ کے طور پر استعمال کیا ہے اور آئندہ کے لئے بھی اس کی گنجائش رکھنا چاہتے ہیں۔

پارلیمنٹ اور سینٹ میں مسئلہ کراچی پر بحث کے دوران ہمارے نام نہاد عوامی نمائندوں نے جس غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا ہے' وہ بالکل عیاں ہے۔ ان کا رویہ خود ظاہر کر رہا ہے کہ انہیں اس مریض سے کتنی ہمدردی ہے وہ عوام جن کے ووٹوں سے یہ ان ایوانوں تک پہنچے ہیں "ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم" کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ ایسے میں حکومت سندھ کی جانب سے "ہفتہ دعا برائے امن" کا منایا جانا اہل کراچی کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے' اس لئے کہ دعا کے لئے خلوص شرط ہے۔ خلوص کا مظاہرہ بڑے بڑے دعائیہ بینرز لگا کر کرنے کی بجائے حکومت سندھ اگر اہل کراچی کو عدل فراہم کر کے کرتی اور اس کے

(باقی صفحہ ۹ پر)

> "پارلیمنٹ اور سینٹ میں مسئلہ کراچی پر بحث کے دوران ہمارے نام نہاد عوامی نمائندوں نے جس غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا ہے' وہ بالکل عیاں ہے۔ ان کا رویہ خود ظاہر کرتا ہے کہ انہیں اس مریض سے کتنی ہمدردی ہے جبکہ وہ عوام جن کے ووٹوں سے یہ ان ایوانوں تک پہنچے ہیں "ٹک ٹک دیدم' دم نہ کشیدم" کی تصویر بنے بیٹھے ہیں"

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36-K, Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184

مینار پاکستان کے زیر سایہ تنظیم اسلامی کے بیسویں سالانہ اجتماع اور اجتماع گاہ کے چند مناظر (بینرز کی عبارات بھی نمایاں ہیں)